تاجدارِ ختم نبوت زندہ باد


ماہنامہ

# الحقیقہ

مجلہ پاکستان


تعظیم و توقیر مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم




جون 2021ء


## سُنّت نبوی اور جدید سائنس

## لمس الطبیب مِن طب الحبیب

## کشف المعانی المکتوبات امام ربانی

## جھوٹے مدعیانِ نبوت



## مسائلِ دینیہ

دورِ حاضر کے مسائل کا قرآن و حدیث کی روشنی میں مدلل حل

اداریہ

## اسرائیل ایک بدمعاش ریاست



# فہرست

# نعت شریف

جوذات پاک نور اولیں ہے
وہی ختم نبوت کی نگیں ہے

تمہاری مملکت میں آسماں تک
تمہارے حکم میں روئے زمیں ہے

تمہاری جستجو کا شوق ایمان
تمہاری آرزو کا نور دیں ہے

جہاں سے بھی پکارو گے، سنیں گے
مرے مولا کی رحمت ہر کہیں ہے

جسے نجدی سمجھ بیٹھا ہے بھائی
وہ نورحق امام المرسلیں ہے

کوئی عالم میں ہو کیوں اُس کا ثانی
کہ وہ محبوب عالم آخریں ہے

تمہارا سایۂ دیوار آقا !!
غلاموں کیلئے خلد بریں ہے

فرشتے سر خمیدہ آرہے ہیں
مدینے کی زمیں بھی کیا زمیں ہے

کہوں اب قصۂ غم کس سے آقا
زمانے میں کوئی محرم نہیں ہے

زمانے بھر کی ظلمت کیا کرے گی
جو دل میں صبح انوار یقیں ہے

خدا کا شکر ہے اس کا ہوں آسیؔ
جو آقا جان تک سے بھی قریں ہے

حضور مفکر اسلام علیہ الرحمہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

أَلَآ إِنَّ أَوْلِيَآءَ ٱللَّهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ

یونس-۶۲

ترجمہ: سُن لو اللہ کے ولیوں پر نہ کچھ خوف ہے اور نہ کچھ غم



# اسرائیل .... ایک بد معاش ریاست

فلسطین (بشمول موجودہ اسرائیلی ریاست) کے قدیم باشندے عربی النسل مسلمان ہیں۔ جبکہ یہودی متعدد بار یہاں آکر زبردستی قابض ہوئے۔ انہیں کبھی عیسائیوں نے مار پیٹ کر نکالا (۶ صدی ق۔م میں بابل کے بادشاہ بخت نصّر نے) اور کبھی رومیوں کے غیض وغضب کا نشانہ بنے (۷۰ء، اور بعد ازاں ۱۳۵ء میں)۔ امیر المومنین سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے جب بیت المقدس فتح کیا، اس وقت یہودیوں کی یہاں ایک بھی عبادت گاہ نہیں تھی۔ چنانچہ کوئی یہودی مسلمانوں پر یہ الزام نہیں لگا سکتا کہ انہوں نے ان کی کسی عبادت گاہ کو گرا کر مسجدِ اقصیٰ اور قبۂ صخرہ کو تعمیر کیا تھا۔ تاریخ بتاتی ہے کہ رومیوں نے یہودیوں کو فلسطین سے نکالا، اور بیت المقدس میں ان کا داخلہ سختی سے ممنوع کیا تو یہ مسلمانوں کی رحمدلی تھی کہ انہیں پھر سے وہاں بسنے کی اجازت دی۔ پچھلی تیرہ چودہ صدیوں میں یہودیوں کو اگر کہیں سکون سے رہنے دیا گیا تو وہ اسلامی ممالک تھے۔ ورنہ دنیا کے جس خطے میں یہ گئے، مار ہی کھائی۔ بالخصوص عیسائیوں نے تو ان کا قتلِ عام ثواب سمجھ کر کیا۔ ان کی تاریخ کا سب سے شاندار دور وہ تھا جب یہ اندلس میں مسلمانوں کی رعایا کی حیثیت سے آباد تھے۔

یہ 'دیوارِ گریہ' جس کو آج یہودی اپنی سب سے مقدس عبادت گاہ سمجھتے ہیں، یہ بھی مسلمانوں ہی کی عنایت سے انہیں ملی تھی۔ چنانچہ بمبئی سے اسرائیلی حکومت کے ایک سرکاری بلیٹن News From Israel کی یکم جولائی ۱۹۶۷ء کی اشاعت میں بیان کیا گیا کہ دیوارِ گریہ پہلے ملبے اور کوڑا کرکٹ میں دبی ہوئی تھی اور کسی کو اس کے بارے میں کوئی علم نہیں تھا، سولہویں صدی عیسوی میں سلطان سلیم عثمانی کو اتفاقاً اس کا علم ہوا۔ اس نے صاف کرا کے یہودیوں کو اس کی زیارت کی اجازت دی۔ لیکن یہودی ایک احسان فراموش قوم ہے جو مسلمانوں کے احسانات، فیاضی اور حسنِ سلوک کا بدلہ فلسطین میں مسلمانوں پر بدترین بمباری اور معصوم مسلمان عورتوں اور بچوں کے قتلِ عام سے دیتی ہے جبکہ ظلم کرنے والے عیسائیوں کو دوست بناتی ہے۔

اسرائیل کی مسلمانوں کے ساتھ بد معاشی دیکھنی ہو تو ان حقائق اور تاریخی شواہد کو دیکھیں۔

☆...... یہودی ۱۳۰۰ قبل مسیح میں فلسطین میں داخل ہوئے اور یہاں رہائش پذیر اقوام کو بزور بازو دبا کر قابض ہو گئے۔

☆...... یہودی قابض قوم ہے، فلسطین کے باشندے نہیں۔ شمالی فلسطین میں ۵/۴ سو سال جبکہ جنوبی فلسطین میں ۸/۹ سو سال مقیم رہے جبکہ عرب شمالی فلسطین میں ڈھائی ہزار برس اور جنوبی میں ۲ ہزار برس سے زیادہ عرصہ آباد رہے۔ لیکن پھر بھی یہودیوں کا اصرار ہے کہ سرزمینِ فلسطین ان کے باپ دادا کی میراث ہے۔

☆...... ۱۲ ویں صدی کے یہودی فلسفی موسیٰ بن میمون نے The Code Of Jewish میں یہودی قوم کو یہ سبق پڑھایا کہ مسلمانوں کے قبلۂ اوّل کو ڈھا کر ہیکلِ سلیمانی کی تعمیر یہودی نسلوں پر لازم ہے۔ بدنامِ زمانہ فری میسن تحریک (Free Mason Movement) کا بھی یہی نعرہ تھا۔

☆...... اس کے بعد مشہور یہودی لیڈر تھیوڈور ہرتزل (Hartzl) نے اسی مقصد کے لیے ۱۸۹۷ء میں صیہونی تحریک (Zionist Movement) کا باقاعدہ آغاز کیا۔ چنانچہ دنیا بھر کے یہودی سرمایہ داروں نے اس غرض کے لیے بڑے پیمانے پر مالی امداد فراہم کی کہ فلسطین منتقل ہونے والے یہودی خاندان وہاں زمینیں خریدیں اور منظم طریقے سے اپنی بستیاں بسائیں۔ پھر ۱۹۰۱ء میں ہرتزل نے سلطانِ ترکی سلطان عبدالحمید خاں کو باقاعدہ یہ پیغام بھجوایا کہ یہودی ترکی کے تمام قرضے ادا کرنے کو تیار ہیں، آپ فلسطین کو یہودیوں کا قومی وطن بنانے کی اجازت دے دیں۔ مگر غیور سلطان نے اس پیغام پر تھوک دیا اور صاف صاف جواب دیا کہ میری زندگی میں ایسا ممکن نہیں۔ یہ پیغام سلطان کو 'سالونیکا' کے یہودی باشندے حاخام قرہ صو آفندی کے ہاتھ بھیجا گیا۔ اس کے فوراً بعد سلطان کی حکومت کا تختہ الٹنے کی سازشیں شروع ہو گئیں اور اس کے محض سات برس بعد سلطان عبدالحمید کو معزول کر دیا گیا۔ یہ واقعہ ۱۹۰۸ء میں پیش آیا اور جو تین افراد سلطان کی معزولی کا پروانہ لے کر آئے ان میں ایک یہی کمبخت حاخام تھا۔ ذرا سوچیئے! سلطان کے دل پر کیا گذری ہوگی۔

☆...... جنگِ عظیم اوّل کے موقع پر ڈاکٹر وائز مین (یہودیوں کے قومی وطن کی تحریک کا علمبردار) وہ شخص تھا جس نے برطانیہ کی حکومت کو یہ یقین دلایا کہ جنگ میں تمام دنیا کے یہودیوں کا سرمایہ، تمام دنیا کے یہودیوں کا دماغ اور ان کی ساری قوت و قابلیت برطانیہ اور فرانس کے ساتھ آسکتی ہے اگر آپ ہمیں یہ یقین دلا دیں کہ فتحیاب ہو کر فلسطین کو یہودیوں کا قومی وطن بنا دیں گے۔ آخر کار ۱۹۱۷ء میں وہ انگریزی حکومت سے اپنی حمایت کا پروانہ حاصل کرنے میں کامیاب ہو گیا جو "اعلان بالفور" کے نام سے مشہور ہے۔ ذرا غور کیجئے! فلسطین کو یہود کا قومی وطن بنانے کے آخر معنیٰ کیا تھے؟ کیا فلسطین کوئی خالی پڑی ہوئی زمین تھی جس پر کسی اور قوم کو آباد کر دینے کا وعدہ کیا جا رہا تھا؟ وہاں تو دو اڑھائی ہزار برس سے ایک قوم آباد چلی آ رہی تھی۔ اعلان بالفور کے وقت وہاں یہودی کل آبادی کا ۵ فیصد بھی نہیں تھے۔ ایسے ملک کے متعلق سلطنتِ برطانیہ کا وزیر خارجہ یہ تحریری وعدہ دے رہا تھا کہ ایک قوم کے وطن میں ایک دوسری قوم کا وطن بنایا جائے گا جو دنیا بھر میں ۱۹ سو سال سے بکھری ہوئی تھی۔ سچ تو یہ ہے کہ امریکہ اور اسرائیل کی طرح برطانیہ کی بھی پوری تاریخ ناانصافی اور بربریت سے بھری پڑی ہے۔ اس زخم پر نمک پاشی دیکھئے کہ لارڈ بالفور کے یہ الفاظ آج بھی برطانوی پالیسی کی دستاویزات (Documents of British Policy) کی جلد سوم میں ثبت ہیں:

"ہمیں فلسطین کے متعلق کوئی فیصلہ کرتے ہوئے وہاں کے موجودہ باشندوں سے کچھ پوچھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ صیہونیت ہمارے لیے

اُن

سات لاکھ عربوں کی خواہشات اور تعصبات سے، بہت زیادہ اہمیت رکھتی ہے جو اُس قدیم سرزمین میں اس وقت آباد ہیں"۔

فلسطین پر انگریزوں کے قبضے اور اعلان بالفور کے اعلان سے یہودیوں کے طویل المیعاد منصوبے کا پہلا مرحلہ مکمل ہو گیا، جس کی تکمیل میں ۱۸۸۰ء سے ۱۹۱۷ء تک محض ۳۷ سال صرف ہوئے۔

☆......اس دور میں لیگ آف نیشنز (League of Nations) (موجودہ اقوامِ متحدہ) اور اس کی اصل کارفرما دو بڑی طاقتوں برطانیہ اور فرانس نے بالکل اس طرح کام کیا گویا وہ آزاد سلطنتیں نہیں بلکہ صیہونی تحریک کی ایجنٹ ہیں۔ چنانچہ ۱۹۲۲ء میں لیگ آف نیشنز نے فیصلہ کیا کہ فلسطین کو انگریزوں کے انتداب (Mondate) میں دے دیا جائے۔ (انتداب کا مطلب ہے کہ ایک حکومت بطورِ خود کسی ملک کی فرمانروائی نہیں کر رہی بلکہ لیگ آف نیشنز کی طرف سے اس کے سپرد یہ کام کیا گیا ہے کہ وہ وہاں خاص شرائط کے تحت فرمانروائی کرے)۔

۱۹۱۷ء میں یہودی آبادی صرف ۵۶ ہزار تھی۔ پانچ سال کے عرصہ میں یہودی بستیوں کی دھڑا دھڑ آبادکاری سے (۱۹۲۲ء میں) وہ بڑھ کر ۸۳ ہزار ہو گئے۔ اس انتداب کے حصول کے بعد تو یہودیوں کو فلسطین میں لاکر بسانے کا سلسلہ خوب تیز ہو گیا۔ فلسطین کا پہلا برطانوی ہائی کمشنر سر ہربرٹ سیموئیل خود ایک یہودی تھا۔ صیہونی تنظیم کو عملاً حکومت کے نظم و نسق میں شریک کیا گیا۔ تعلیم اور زراعت کے محکموں سے لے کر بیرونی ممالک سے لوگوں کے داخلے، سفر اور قومیت کے معاملات بھی ان کے حوالے کر دیئے گئے۔ یہودیوں کو زمینیں کاشت کرنے کے لیے قرضے سمیت ہر طرح کی سہولتیں دی گئیں۔ عربوں پر بھاری ٹیکس لگائے گئے۔ ہر بہانے سے ان کی عدالتوں نے عربوں کی زمینیں ضبط کرنے کی ڈگریاں دینی شروع کر دیں۔ یہ ضبط شدہ زمینیں اور سرکاری زمینوں کے بڑے بڑے رقبے یہودیوں کو کہیں سستے داموں، کہیں مفت اور کہیں برائے نام پٹے پر دے دیئے گئے۔ بعض مقامات پر کسی نہ کسی بہانے پورے پورے گاؤں یہودی بستیوں میں بدل دیئے گئے۔ ایک علاقے میں تو ایک ہی آرڈر کے ذریعے ۸ ہزار عرب کاشتکاروں اور زرعی کارکنوں کو ۵۰ ہزار ایکڑ زمین سے بے دخل کر کے ان کو فی کس ۳ پونڈ دس شلنگ دے کر چلتا کر دیا گیا۔ ان تدابیر سے ۱۷ سال کے اندر یہودی آبادی میں غیر معمولی اضافہ ہوا۔ ۱۹۲۲ء میں وہ تقریباً ۸۳ ہزار تھے تو ۱۹۳۹ء میں ان کی تعداد ساڑھے چار لاکھ (۴۵۰۰۰۰) تک پہنچ گئی۔ صیہونیت کے ضمیر نے ایک دن بھی ان کو یہ احساس نہ دلایا کہ کسی ملک کی حکومت پر اس کے اصل باشندوں کے بھی کچھ حقوق ہوتے ہیں۔

☆......جنگِ عظیم دوم کے زمانہ میں ایڈولف ہٹلر کے مظالم اور پٹائی سے بھاگنے والے یہودی ہر قانونی و غیر قانونی طریقے سے بے تحاشا فلسطین میں داخل ہونے لگے۔ صیہونی ایجنسی نے ان کو ہزاروں اور لاکھوں کی تعداد میں ملک کے اندر گھسایا۔ مسلح تنظیمیں قائم کیں جنہوں نے ہر طرف مار دھاڑ کر کے عربوں کو بھگانے اور یہودیوں کو ان کی جگہ بسانے میں سفاکی کی حد کر دی۔ یہودیوں کو ہر طرح کے جدید ہتھیار پہنچ رہے تھے اور وہ عربوں پر چھاپے مار رہے تھے۔ جبکہ قانون صرف عربوں کے لیے تھا جو انہیں ہتھیار رکھنے اور اپنا دفاع کرنے کی بھی اجازت نہیں دیتا تھا۔

☆......۱۹۴۷ء میں برطانوی حکومت نے فلسطین کا مسئلہ لیگ آف نیشنز (اقوامِ متحدہ) میں پیش کیا۔ اس کا مطلب دراصل یہ تھا کہ لیگ آف نیشنز نے صیہونیت کی جو خدمت ہمارے سپرد کی تھی وہ ہم انجام دے چکے ہیں، اب آگے کا کام لیگ آف نیشنز جانے۔ نومبر ۱۹۴۷ء میں اقوامِ متحدہ کی جنرل اسمبلی نے فلسطین کو یہودیوں اور عربوں کے درمیان تقسیم کرنے کا فیصلہ صادر کر دیا۔ ظلم و ناانصافی پر مبنی اس فیصلہ میں فلسطین کا ۵۵ فیصدی رقبہ ۳۳ فیصدی یہودی آبادی کو اور ۴۵ فیصدی، ۶۷ فیصدی عرب آبادی کو دیا گیا۔ حالانکہ اس وقت تک فلسطین کی زمین کا صرف ۶ فیصدی رقبہ یہودیوں

کے قبضے میں تھا۔

لیکن یہودی اس بندر بانٹ سے بھی راضی نہ ہوئے اور انہوں نے مار دھاڑ کر کے عربوں کو نکالنا شروع کر دیا۔ اب جو مظالم عربوں پر کیے گئے، آرنلڈ ٹائن بی ان کے متعلق اپنی کتاب A Study of History میں کہتا ہے کہ وہ کسی طرح بھی ان مظالم سے کم نہ تھے جو نازیوں نے خود یہودیوں پر کیے تھے۔ اس نے خاص طور پر ''دیریاسین'' میں ۱۹ اپریل ۱۹۴۸ء کے قتلِ عام کا ذکر کیا ہے، جس میں عرب عورتوں، بچوں اور مردوں کو بے دریغ موت کے گھاٹ اتارا گیا۔ عفت مآب عورتوں کا سڑکوں پر برہنہ جلوس نکالا گیا۔ اور یہودی لوگ موٹروں پر لاؤڈ اسپیکر لگا کر جگہ جگہ یہ اعلان کرتے پھرے کہ 'ہم نے دیریاسین کی عرب آبادی کے ساتھ یہ اور یہ کیا ہے، اگر تم نہیں چاہتے کہ تمہارے ساتھ بھی یہی کچھ ہو تو یہاں سے نکل جاؤ''۔ پڑھنے سننے والے غور فرمائیں، کیا یہ کسی ایسی قوم کا 'کارنامہ' ہو سکتا ہے، جس میں رمق برابر بھی شرافت و انسانیت موجود ہو؟

☆......ان حالات کے دوران میں ۱۴ مئی ۱۹۴۸ء کو عین اس وقت جبکہ اقوامِ متحدہ کی جنرل اسمبلی فلسطین کے مسئلے پر بحث کر رہی تھی، یہودی ایجنسی نے رات کے دس بجے اسرائیلی ریاست کے قیام کا باقاعدہ اعلان کر دیا۔ اور سب سے پہلے امریکہ اور روس نے آگے بڑھ کر اس کو تسلیم بھی کر لیا۔ حالانکہ ابھی اقوامِ متحدہ نے انہیں اس کا مجاز نہ کیا تھا۔ اس اعلان کے وقت تک ۶ لاکھ سے زیادہ عرب گھر سے بے گھر کیے جا چکے تھے۔ یروشلم (بیت المقدس) کے آدھے سے زیادہ حصے پر اسرائیل قبضہ کر چکا تھا۔ عرب ریاستوں نے مداخلت کی لیکن اسرائیل اس حد تک طاقتور ہو چکا تھا کہ سب مل کر بھی اسے ۷۷ فیصد رقبہ پر قبضہ کرنے سے نہ روک سکیں۔ سب سے زیادہ ہتھیار یہودیوں کو چیکوسلواکیہ نے فراہم کیے جو آج خود ظلم و ستم کا شکار ہے۔

☆......اس کے بعد یہودی منصوبے کا تیسرا مرحلہ شروع ہوا جو ۱۹ سال کے اندر جون ۱۹۶۷ء کی جنگ میں بیت المقدس، پورے فلسطین، پورے جزیرہ نمائے سینا اور سرحدِ شام کی بالائی پہاڑیوں پر اسرائیل کے قبضے سے تکمیل کو پہنچا۔ نومبر ۱۹۴۸ء میں اسرائیلی ریاست کا رقبہ ۷۹۹۳ مربع میل تھا۔ جون ۱۹۶۷ء میں اس کے اندر ۲۷ ہزار مربع میل کا اضافہ ہوا۔ اور ۱۵،۱۴ لاکھ عرب ان کے غلام بن گئے۔ یہ سب کچھ امریکی پشت پناہی سے ممکن ہوا۔ ۱۹ برس کے اس عرصہ میں امریکہ نے اسرائیل کو ایک ارب ۶۰ کروڑ ڈالر کی مالی مدد دی۔ مغربی جرمنی سے اس کو ۸۲ کروڑ ۲۰ لاکھ ڈالر کا تاوان دلوایا گیا اور دنیا بھر کے یہودیوں نے دو ارب ڈالر سے زیادہ چندہ دے کر یہودیت کو تقویت دی۔ امریکہ اور اس کے اتحادیوں کی حمایت کے بل بوتے پر اسرائیل تمام دنیا کی رائے کو ٹھوکر پر رکھتا ہے اور اقوامِ متحدہ اگر دنیائے عرب کے احتجاج پر اس کے مفادات کے خلاف کوئی فیصلہ دے تو یکسر انکار کر دیتا ہے۔ جون ۱۹۶۷ء میں اسرائیلی وزیرِ اعظم لیوی اشکول نے علی الاعلان کہا تھا:

''اگر اقوامِ متحدہ کے ۱۲۲ ممبروں میں سے ۱۲۱ بھی فیصلہ دے دیں اور تنہا اسرائیل کا اپنا ووٹ ہی ہمارے ہمارے حق میں رہ جائے، تب بھی ہم اپنے مفتوحہ علاقوں سے نہ نکلیں گے''۔

یوں اسرائیل کو اتنا سر پہ چڑھا دیا گیا اور اتنا طاقتور کر دیا گیا کہ متعدد عرب ریاستیں مل کر بھی جون ۱۹۶۷ء کی جنگ میں اسے زیر نہ کر سکیں، الٹا منہ کی کھائی۔ ترک وزیرِ اعظم طیب رجب اردگان نے کہا تھا: ''ہٹلر کو صبح و شام لعن طعن کرنے والے اسرائیلیوں نے ہٹلر کو بھی مات دے دی ہے''۔

☆......اب درحقیقت جس چیز سے دنیائے اسلام کو سابقہ درپیش ہے وہ یہودیوں کا چوتھا اور آخری منصوبہ ہے، جس کے لیے وہ دو ہزار سال سے بے تاب تھے۔ اس کے اہم ترین دو اجزاء ہیں۔ ایک یہ کہ مسجدِ اقصیٰ اور قبۂ صخرہ کو ڈھا کر ہیکلِ سلیمانی پھر سے تعمیر کیا جائے۔ دوسرے یہ کہ اس پورے

علاقے پر قبضہ کیا جائے جسے اسرائیل اپنی میراث سمجھتا ہے۔

پہلا جزء: جہاں تک ہیکلِ سلیمانی کی تعمیر کا معاملہ ہے تو اسرائیل اس پر اسی وقت قادر ہو چکا تھا جب بیت المقدس پر اس کا قبضہ ہوا تھا۔ لیکن دو وجوہ سے تامل کر رہا ہے۔ ایک تو یہ کہ اس کے سرپرست امریکہ کو دنیائے اسلام کے شدید ردِ عمل کا اندیشہ ہے۔ دوسرے یہ کہ خود یہودیوں کے اندر مذہبی بنیاد پر اس مسئلے میں اختلاف برپا ہے۔ ایک گروہ کہتا ہے کہ ہیکل کی تعمیرِ نو مسیح ہی آ کر کرے گا، ہمیں ان کا انتظار کرنا چاہئے۔ (واضح رہے کہ مسلمان اور عیسائی تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مسیح مانتے ہیں مگر یہودی انکار کرتے ہیں اور وہ ابھی تک کسی مسیحِ موعود (Promised Messian) کی آمد کا انتظار کر رہے ہیں۔ ان کا یہ مسیحِ موعود وہی ہے جسے حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے مسیحِ دجّال قرار دیا ہے) یہ ان کے قدامت پسند گروہ کا خیال ہے۔ دوسرا گروہ جو شدت پسند ہے اور جس کے ہاتھ میں دراصل اس وقت اسرائیل کے اقتدار کی باگیں ہیں، کہتا ہے کہ قدیم بیت المقدس اور دیوارِ گریہ پر قبضہ ہو جانے کے بعد ہم دورِ مسیحائی (Messianicera) میں داخل ہو چکے ہیں۔

دوسرا جزء: دوسرا جزء یہ ہے کہ "میراث کے ملک" پر قبضہ کیا جائے۔ میراث کا ملک کیا ہے؟ اسرائیلی پارلیمنٹ کی پیشانی پر یہ الفاظ کندہ ہیں:

"اے اسرائیل! تیری سرحدیں نیل سے فرات تک ہیں"۔

یہ دنیا کا واحد بدبخت ملک ہے جس نے کھلم کھلا دوسری قوموں کے ملک پر قبضہ کرنے کا ارادہ عین اپنی پارلیمنٹ کی عمارت پر ثبت کر رکھا ہے۔

اس منصوبے کی جو تفصیل صیہونی تحریک کے شائع کردہ نقشہ میں دی گئی ہے اس کی رو سے اسرائیل جن علاقوں پر قبضہ کرنا چاہتا ہے، ان میں دریائے نیل تک مصر، پورا اردن، پورا شام، پورا لبنان، عراق کا بڑا حصہ، ترکی کا جنوبی علاقہ اور جگر تھام کر سنئے، مدینہ منورہ تک حجاز کا پورا بالائی علاقہ شامل ہے۔ اگر دنیائے عرب اسی طرح ناتواں رہی، جیسی آج ہے تو پھر اسرائیلی جارحیت بڑھتی ہی رہے گی۔

☆...... چند سال قبل کی بات ہے کہ ایک عرب خاندان اپنے ایک عزیز کی شادی میں شرکت کے لیے شہر سے باہر گیا۔ واپس آیا تو گھر میں ایک یہودی خاندان موجود تھا۔ جبکہ اِن کا تمام سامان گلی میں تھا۔ معلوم ہوا کہ ان کی غیر موجودگی میں حکومت نے اُن کا آبائی گھر اِس یہودی خاندان کو الاٹ کر دیا ہے۔ اس طرح کے لاتعداد واقعات وہاں رونما ہو چکے ہیں۔ اگر کوئی مسلمان عورت شہر سے باہر شادی کرتی ہے تو اس کی شہریت ہی ختم کر دی جاتی ہے۔ اپنے ہی گھر اور اپنے ہی شہر سے یوں بے دخل کرنا کیا کھلی بدمعاشی نہیں؟

سرورِ عالم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ارشاد پاک ہے:

"قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہو گی جب تک کہ مسلمان یہودیوں سے قتال نہ کر لیں۔ پس مسلمان ان کو قتل کریں گے۔ یہاں تک کہ یہودی پتھر یا درخت کے پیچھے پناہ لے گا تو وہ درخت یا پتھر کہے گا: اے مسلمان! اے اللہ کے بندے! یہ یہودی میرے پیچھے ہے، تو آ کر اس کو قتل کر دے۔" (صحیح مسلم۔ حدیث ۲۹۲۲)

یہودیوں کا دنیا بھر سے آ کر فلسطین کے ۹۲ فیصد رقبے پر قابض ہو جانا اور ناجائز ریاست 'اسرائیل' قائم کرنا اور نہتے فلسطینیوں کا بے دریغ خون بہانا، ان کی املاک کو تباہ و برباد کر دینا، یعنی ظلم و بربریت کی داستانیں رقم کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ عنقریب رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی یہ پیش گوئی پوری ہونے والی ہے۔ اور یہ ناجائز ریاست یہودیوں کی آخری قتل گاہ ثابت ہو گی۔ ان شاء اللہ

# تعظیم و توقیر مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم

مسعودِ ملت جناب پروفیسر محمد مسعود احمد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ہم قرآن کریم نہیں دیکھتے، ہم قرآن حکیم نہیں پڑھتے، سنی سنائی پر یقین کر لیتے ہیں، بہت بھولے ہیں، جب قرآن کریم میں ہر چیز کا روشن بیان ہے اور ہر بات کی تفصیل موجود ہے تو پھر قرآن کریم سے کیوں نہ پوچھا جائے۔ ادھر ادھر کیوں بھٹکتے رہیں؟۔ ایک ایک کا منہ کیوں تکتے رہیں؟۔ کوئی کچھ بتاتا ہے، کوئی کچھ، دل الجھ کر رہ جاتا ہے، دماغ پراگندہ ہو جاتا ہے۔ متاع عشق و محبت برباد ہونے لگتی ہے، جب وہ برباد ہوگئی تو پھر کیا رہ گیا؟۔ ایک خاک کا ڈھیر، ایک بے جان لاشہ۔ محبت کی باتیں اتنی مشکل نہیں جو سمجھ میں نہ آسکے۔ دل والا ہو تو بات آسانی سے سمجھ میں آجاتی ہے۔ یہ باتیں دماغ سوزی سے سمجھ میں نہیں آتیں۔

ہے دانش برہانی حیرت کی فراوانی

کسی بھی شخصیت سے جب تک محبت نہ ہو اور اس کی عظمت کا نقش دل میں نہ بیٹھے، اس کے حضور ادب کا جذبہ پیدا ہو ہی نہیں سکتا۔ اللہ تعالیٰ نے جب محبت کی بات کی تو اپنی اور اپنے حبیب کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی محبت کا ایک ہی معیار رکھا، دو معیار نہ رکھے تا کہ آپ کی قدر و منزلت کا بخوبی اندازہ ہو جائے۔ اپنی جان سے بڑھ کر آپ سے محبت کو ایمان کے لیے شرط اول قرار دیا (توبہ:۱۲) اور اس محبت کو تعظیم کے لیے شرط اول قرار دیا، اور تعظیم کو ادب کے لیے شرط اول قرار دیا۔ فرشتوں کے دل میں حضرت آدم علیہ السلام کا نقش عظمت بیٹھا تو سب کے سب سجدہ ریز ہوگئے۔ برادران یوسف (علیہ السلام) کے دل میں جب حضرت یوسف علیہ السلام کا نقش عظمت بیٹھا تو سب کے سب ان کے حضور سجدے میں گر پڑے۔ ابلیس نے حضرت آدم علیہ السلام کو محض ایک بشر اور انسان سمجھا، اس لیے تعظیم کے لیے تیار نہ ہوا، ہمیشہ کے لیے مردود و ذلیل ہوا۔ محبت، فکر و نظر میں انقلاب پیدا کر دیتی ہے، یہ انقلاب پیدا نہ ہو تو انجام وہی ہوتا ہے جو ابلیس کا ہوا۔ ہمیں ہر آن اپنے فکر و نظر کی حفاظت کرنی چاہیے۔ کوئی مسلمان انبیاء علیہم السلام کو محض ایک انسان اور بشر نہیں سمجھ سکتا کیوں کہ یہ فکر و خیال ابلیس کا ہے، یہود و نصاریٰ اور کفار و مشرکین کا ہے، جس کا بار بار قرآن کریم میں ذکر کیا گیا ہے۔ کسی صحابی نے اور صلحائے امت میں سے کسی نے بھی آپ کو اپنے جیسا انسان اور بشر نہ سمجھا اور نہ کہا۔ ایسی سوچ سے حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت پیدا ہو ہی نہیں سکتی، اور جب پیدا نہ ہو تو پھر تعظیم و ادب کی بات کیا کی جائے؟

اللہ تعالیٰ نے پہلے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت کا نقش دلوں میں جمایا پھر آپ کی عظمت کا نقش دلوں میں بٹھایا تا کہ جب ادب کی باتیں کی جائیں تو یہ باتیں دلوں میں بیٹھتی چلی جائیں۔ تعظیم و تکریم کا ذکر فرمایا:

(۱): میرے رسولوں پر ایمان لاؤ اور ان کی تعظیم کرو۔

(۲): اس رسول پر ایمان لاؤ اور رسول کی تعظیم و تکریم کرو۔

(۳): تو وہ جو ایمان لائیں، اور اس کی تعظیم کریں۔

ایمان لانے کے بعد ہی تعظیم کا ذکر فرمایا پھر دل و جان سے مدد کرنے کا ذکر فرمایا، پھر تعظیم و اطاعت و پیروی کا ذکر فرمایا۔ اس کے بعد یہ خوشخبری سنائی کہ ایمان لانے والے، تعظیم کرنے والے، مدد کرنے والے، اطاعت و پیروی کرنے والے ہی تو بامراد ہیں۔ بے شک دونوں جہاں میں سرفرازی کا یہی طریقہ ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لایا جائے، آپ کی دل و جان سے تعظیم کی جائے اور اس تعظیم وادب کو اپنے قول و عمل سے ظاہر کیا جائے۔ محبت کی خوشبو پھیلے بغیر نہیں رہتی۔ حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام تعظیم و توقیر کی شان یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جہاں اپنی اطاعت کا ذکر فرمایا ہے وہاں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کا بھی ذکر فرمایا ہے۔ جہاں اپنے حضور نافرمانی کا ذکر فرمایا ہے وہاں نبی کریم کے حضور بھی نافرمانیوں کا ذکر کیا ہے۔ اور یہ کہیں نہ فرمایا کہ جس نے اللہ کی اطاعت کی اس نے رسول کی اطاعت کی۔ بلکہ یہ فرما کر آپ کی عظمت کو بڑھایا، جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی۔ مقصود و مطلوب آپ کی محبت و اطاعت ہے۔ جس نے آپ سے محبت کی اس نے اللہ سے محبت کی اور جس نے آپ کی اطاعت کی، اللہ کا محبوب بن گیا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوبوں کے آثار اور نشانیوں کی تعظیم کا بھی حکم دیا ہے کہ محبوبوں سے نسبت رکھنے والی چیزیں بھی محبوب ہوتی ہیں۔ یہی محبت کی فطرت ہے۔

کسی بھی شخصیت کا نقش عظمت دل میں بٹھانے کا ایک یہ بھی طریقہ ہے کہ اس کی آمد آمد کا ذکر کیا جائے اور اس کا نام نہ بتایا جائے۔ اللہ تعالیٰ نے ظہور قدسی سے لاکھوں، کروڑوں سال پہلے انبیاء علیہم السلام کو جمع کیا اور ان سے یہ عہد لیا کہ جب وہ آنے والا آئے تو سب اس پر ایمان لائیں اور دل و جان سے اس کی مدد کریں۔ یہ معمولی واقعہ نہیں ایک عظیم واقعہ ہے۔ پھر جب حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام بیت اللہ کی بنیادیں اٹھا رہے تھے تو دونوں ہاتھ پھیلائے اس آنے والے کے لئے دعا فرما رہے تھے۔ پھر ظہور قدسی سے تقریباً پانچ سو ستر سال قبل حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایک عظیم اجتماع سے خطاب فرما رہے تھے اور اس آنے والے رسول کی خبر دے رہے ہیں، ہر امتی کو جس کا انتظار تھا اور جس کے وسیلے سے فتح و نصرت کے لیے دعائیں مانگی جاتی تھیں۔ (بقرہ ۸۹) فرما رہے ہیں، میرے بعد ایک رسول آنے والا ہے جس کا نام احمد ہوگا۔ یہ رفع ذکر کا وہ نظارہ ہے جو سارے عالم کو دکھایا گیا تاکہ آپ کی شان اور دوبالا ہو جائے۔ پھر جس کی آمد آمد کا ذکر کم و بیش ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء نے اپنی اپنی امتوں میں کیا اور دنیا میں ایک غلغلہ برپا ہوا، اچانک اس پیکر نوری کی آمد کا اعلان فرمایا گیا۔ اور آپ کو ساری مخلوق میں افضل و برگزیدہ بنایا گیا۔ آپ کی عظمت و شان کے اظہار کے لئے آپ کے آباء کی قسم کھائی آپ کی حیات مبارک کی قسم کھائی۔ آپ کے شہر مقدس مکہ معظمہ کی قسم کھائی۔ آپ کے اخلاق عالیہ کا ذکر فرمایا۔ آپ کی عادت کریمہ کا ذکر فرمایا۔ آپ کے علم و فضل کا ذکر فرمایا۔ آپ کی رحمت عامہ کی شان یہ بتائی کہ سارے عالم کو گھیرے ہوئے ہے۔ تبلیغ و ارشاد کی شان یہ بتائی کہ آپ کی ذات سارے عالم کے لیے کافی ہے۔ نبوت و رسالت کی شان یہ بتائی کہ اب قیامت تک صرف آپ ہی کا فیض جاری رہے گا، کوئی نبی یا رسول نہیں آئے گا اور قیامت کے دن عرش کے داہنی جانب صرف اور صرف آپ کی کرسی رکھی جائے (ترمذی شریف، کتاب المناقب) یہ ساری باتیں اس لئے کہی گئیں تاکہ سننے والوں کے دلوں میں آپ کا نقش عظمت قائم ہو اور کوئی آپ کے ظاہر کو دیکھ کر اپنے جیسا انسان نہ سمجھ بیٹھے اور دنیا و آخرت میں ذلیل و رسوا ہو۔ جس طرح کفار و مشرکین اور یہود و نصاریٰ نے سمجھا اور ذلیل و خوار و رسوا ہوئے۔ قرآن کریم کا دامن حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فضائل و کمالات کے موتیوں سے بھرا ہوا ہے، دیکھنے کے لیے نظر چاہیے۔ آیئے کچھ اور نظارہ کریں اللہ اکبر! اللہ تعالیٰ خود ہر مسلمان کی رگ جان سے قریب ہوا اور تاجدار عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہر مسلمان کی جان سے قریب کیا۔ خود فرما

رہے ہیں، کوئی مومن ایسا نہیں جس کے ساتھ میں دنیا و آخرت میں قریب نہیں۔ آپ کی شان بیان کی جائے ساری امت پر آپ کو گواہ بنایا گیا۔ آپ کو وہ قرآن عطا فرمایا جس میں ہر چیز کا روشن بیان اور تفصیل موجود ہے۔ آپ کو ہزار مہینوں سے افضل لیلۃ القدر عطا کی گئی۔ آپ کو مقام محمود کی بشارت سنائی گئی۔ آپ پر درود بھیج کر اس مسند عظمت پر بٹھایا گیا جس کی بلندیوں کا ادراک انسان کے بس کی بات نہیں۔ آپ ہی کی رضا و خوشنودی کے لئے قبلہ کا رخ بدل دیا گیا (بقرہ:۱۴۴) بے شک تو جدھر ہے ادھر خدائی ہے۔

اللہ تعالیٰ کو اپنے محبوبوں سے بڑی محبت ہے۔ ان سے تو محبت ہے ہی، ان چیزوں سے بھی محبت ہے جن سے محبوبوں کو نسبت ہے۔ اس رمز محبت کو اچھی طرح سمجھ لیجئے۔ دل میں اتار لیجئے۔ لکڑی کا وہ صندوق جس میں حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام کے تبرکات تھے، قرآن حکیم نے اس کو "چین کا گھر" قرار دیا اور فرشتوں نے اسے اٹھایا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے "نشان قدم" کو بیت اللہ کے سامنے رکھوایا اور اپنی نشانی قرار دیا۔ حضرت ہاجرہ علیہا السلام کے "نشان راہ" کو اپنی نشانی قرار دیا اور اس کے گرد چکر لگانے کی اجازت دی گئی۔ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں عالی نسبتوں کی وجہ سے دنیا کی ساری مساجد میں سے تین کا انتخاب فرمایا اور دور دراز کا سفر کر کے، ان مسجدوں کی زیارت اور ان میں عبادت کی اجازت مرحمت فرمائی۔ اس اجازت میں کیا راز تھا؟ وہی راز جس کو عقل والے نہیں سمجھ سکتے۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسجد حرام میں سفر کر کے حاضری کی اس لئے اجازت دی کہ اس کو حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام اور نا معلوم کتنے ہزاروں لاکھوں انبیاء وصلحاء امت سے نسبت ہے اور سب سے بڑی فضیلت یہ ہے کہ خود حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اس میں عبادت و ریاضت فرمائی۔ مسجد اقصیٰ میں سفر کر کے حاضری کی اس لیے اجازت دی کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے خیمہ کی جگہ حضرت داؤد علیہ السلام نے اس کی بنیاد رکھی پھر حضرت سلیمان علیہ السلام نے تعمیر کرایا۔ اور مسجد نبوی شریف میں سفر کر کے حاضری کی اس لئے اجازت دی اس کی تعمیر میں سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حصہ لیا، اس کو مرکز اسلام بنایا، اسی کے متصل ہی قیام فرمایا۔ آج ازواج مطہرات کے سارے حجرے بلکہ مدینہ منورہ کا بڑا حصہ مسجد نبوی شریف میں داخل ہو گیا ہے۔ آپ خود اس مسجد شریف میں آرام فرما رہے ہیں اور ساتھ ہی حضرت صدیق اکبر اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بھی۔ ساری بہاریں نسبتوں کی ہیں۔ اللہ اللہ! محبوب کی اداؤں کو اللہ تعالیٰ نے عبادت کا حصہ بنا دیا۔ اس 'رمز محبت' کو سمجھنے کی کوشش کریں پھر سب باتیں سمجھ میں آتی چلی جائیں گی۔

جب دل میں کسی کی محبت و عظمت گھر کر جاتی ہے تو اس محبوب کے حضور ادب کے لیے ابھارتی ہے۔ محبت خود بخود ادب سکھاتی ہے۔ وہ محبوب کی خامیاں تلاش نہیں کرتی۔ یہ اس کی فطرت کے خلاف ہے۔ وہ محبوب کی ہر ادا پہ جان فدا کرتی ہے۔ خامیاں اور برائیاں تلاش کرنا تو دور کی بات ہے وہ محبوب کی برائی سننا بھی پسند نہیں کرتی، برائی کرنے والوں سے منہ پھیر لیتی ہے۔ پھر کبھی پلٹ کر نہیں دیکھتی۔ اللہ تعالیٰ نے حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنا محبوب بنایا۔ ہمارے لیے نمونہ بنایا۔ محبت کرنے اور محبت کی باتیں کرنے کا حکم دیا۔ ذہنی پراگندگی اور پریشان خیالی کو ہمیشہ کے لئے ختم کر دیا۔ اللہ اکبر عاشق کو آداب محبت سکھا کر جینے کا سلیقہ بتا دیا۔

(۱)۔۔۔نام نامی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ادب سکھایا۔ خبردار! نام لے کر اس طرح نہ پکارو اور نہ بلاؤ جس طرح آپس میں ایک دوسرے کو پکارتے اور بلاتے ہو۔ اور خود بھی قرآن کریم میں نام لے کر خطاب نہ فرمایا۔ جس طرح اور نبیوں کے نام لے کر خطاب فرمایا۔

(۲)۔۔۔آپ کے خرام ناز اور چال کا یہ ادب بتایا کہ نہ بڑھ بڑھ کر باتیں کرو اور نہ چلتے چلتے آگے نکلو۔

(۳)۔۔۔دولت کدے میں حاضری کا یہ ادب سکھایا کہ گھر کے باہر سے ہرگز ہرگز آپ کو آواز نہ دو۔ انتظار کرو کہ آپ خود باہر تشریف لے

آئیں۔

(۴)۔۔ ازواج مطہرات کا یہ ادب بتایا کہ کبھی کوئی چیز مانگنی ہو تو پردے کے پیچھے سے مانگو۔

(۵)۔۔۔ دولت کدے پر حاضری کا ادب یہ بتایا کہ بغیر بلائے نہ جاؤ، جب کبھی کھانے پر بلائیں تو وقت پر جاؤ، یہ نہیں کہ پہلے سے چلے جاؤ اور کھانا پکنے کا انتظار کرتے رہو۔

(۶)۔۔۔ اور دعوت کا ادب یہ سکھایا کہ جب کھانا کھا چکو تو خواہ مخواہ بیٹھے باتیں نہ کرتے رہو کہ اس سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تکلیف ہوتی ہے واپس چلے آؤ۔

(۷)۔۔۔ خلوت کدے میں کوئی خاص بات کرنے کا ادب یہ بتایا کہ اگر تنہائی میں بات کرنے کا ارادہ ہو تو پہلے اللہ کی راہ میں کچھ صدقہ دو (کہ تم ایک بڑے دربار میں حاضر ہو رہے ہو) پھر حاضر ہو کر سرگوشی میں بات کر سکتے ہو۔

(۸)۔۔۔۔ محفل کا ادب یہ سکھایا کہ جب سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گفتگو فرمارہے ہو تو خوب کان لگا کر سنو کہ دوبارہ متوجہ کرنے کی نوبت ہی نہ آئے کہ یہ بات بھی ادب کے خلاف ہے اگر متوجہ کرنا ہو تو 'انظرنا' کہو یعنی ہم پر دوبارہ کرم فرمایئے۔

(۹)۔۔۔۔ بات کرنے کا ادب یہ سکھایا کہ جب آپ سے باتیں کرو تو خبردار آپ کی آواز سے اونچی آواز نہ کرنا اور نہ تڑخ کر بولنا ایسا نہ ہو کہ اس بے ادبی کی وجہ سے تمہارے اعمال ضائع ہو جائیں اور تم کو خبر تک نہ ہو۔

(۱۰)۔۔۔ مجلس مشاورت کا ادب یہ بتایا کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کسی مسئلے پر گفتگو کے لئے بلائیں اور سب جمع ہوں تو خبردار! بغیر آپ کی اجازت کے کوئی اٹھ کر نہ جائے۔ اگر کوئی اجازت لینا چاہے جس کو چاہیں آپ اجازت دیں اور جس کو چاہیں نہ دیں۔

(۱۱)۔۔۔۔ یہ محفل بڑی عالی محفل ہے۔ جو لوگ آڑ لے کر چپکے سے چلے جاتے ہیں، اللہ ان کو دیکھتا ہے، خبردار! ایسا نہ کرو کہیں تم کسی مصیبت میں نہ مبتلا ہو جاؤ اور تم پر دردناک عذاب نہ آن پڑے۔ اللہ اکبر! یہ وہ بارگاہ ادب ہے جہاں اونچی آواز کرنے پر اعمال ضائع ہو رہے ہیں۔ جہاں محفل سے بلا اجازت چلے جانے پر دردناک عذاب کی وعید سنائی جا رہی ہے۔ بے شک

ادب گاہیست زیر آسماں از عرش نازک تر نفس گم کردہ می آید جنید و بایزید ایں جا

(۱۲)۔۔۔۔ آپ کے فیصلے کا یہ ادب کہ جو فیصلہ فرمادیں، دل سے تسلیم کیا جائے، ذرہ برابر دل میں غبار نہ رکھا جائے۔

(۱۳)۔۔۔۔ وہ فیصلہ فرمادیں تو کسی کو کوئی اختیار نہیں۔ وہ بے اختیار نہیں، ان کے سامنے ہم بے اختیار ہیں۔

(۱۴)۔ آپ کے حکم کا یہ ادب کہ جب بلائیں فوراً حاضر ہو جاؤ، خواہ نماز ہی میں کیوں نہ ہو۔

(۱۵)۔۔۔۔ حکم کی تعمیل میں ذرا سی سستی پر تین صحابہ کرام کی وہ گرفت ہوئی کہ ان کی جان پر بن گئی، زمین باوجود وسعت کے تنگ ہوگئی سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے بولنا کیا بند کیا سب نے بولنا بند کر دیا۔۔۔۔ تو کیا بدل گیا کہ زمانہ بدل گیا!

چالیس دن اسی کرب و اضطراب میں گزر گئے پھر وحی نازل ہوئی، توبہ قبول ہوئی، جان میں جان آئی، سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے گلے لگایا، سب نے گلے لگایا، سب بولنے لگے۔

(۱۶)۔۔۔۔ ازواج مطہرات کا یہ ادب کہ ان کو مومنین کی مائیں قرار دیا اور حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ادب کہ آپ کو باپ کہنے سے منع کر دیا کہ آپ اللہ کے محبوب اور رسول ہیں۔ آپ کی شان بہت اعلیٰ ہے۔ بھائی تو بھائی، آپ کو باپ کہنا بھی گستاخی ہے۔

(۱۷)۔ سرکاردوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ادب کہ آپ کے پردہ فرمانے کے بعد ازواج مطہرات کو مومنین پر حرام کردیا اور فرمایا کہ ان سے کسی کا نکاح کرنا اللہ کے نزدیک بہت بڑی جرات ہے۔ وہ زندہ ہیں، وہ پائندہ ہیں۔

(۱۸)۔ اللہ کے حضور گناہوں کی معافی مانگنے اور توبہ کرنے کا یہ سلیقہ بتایا کہ جب گناہ ہوجائے تو سیدھے ہمارے پاس نہ آؤ، ہمارے محبوب کے پاس جاؤ، پھر اللہ تعالیٰ سے معافی مانگو، توبہ کرو اور آپ بھی اس کی سفارش فرمائیں تو ضرور اللہ تعالیٰ کو توبہ قبول کرنے والا اور مہربان پائیں گے۔

(۱۹)...... اللہ تعالیٰ نے آپ کے وسیلے سے آپ کی امت کے اگلے پچھلے گناہوں کی بخشش کا وعدہ فرمایا اور دنیا ہی میں جنت کی بشارت دے دی۔ بے شک آپ رحمت عالم ہیں۔ آپ کے ہوتے امت پر عذاب ہو ہی نہیں سکتا۔

(۲۰)۔ اللہ تعالیٰ کو حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جناب میں ذرا سی بھی ایذا رسانی گوارا نہیں۔ مسلمانوں کو ہدایت کی گئی کہ اس طرح نہ ستانا جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ان کے ماننے والوں نے ستایا تھا۔ پھر فرمایا کہ جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے قول وعمل سے ایذا دیتے ہیں ان پر اللہ کی لعنت ہے اور آخرت میں ذلت کا عذاب۔ اور دردناک عذاب۔ جب ادنیٰ سی ایذا رسانی پر یہ وعیدیں ہیں تو آپ کی شان میں زبان درازی اور گستاخیوں کا کتنا بڑا عذاب ہوگا؟۔

ایک منافق امام بدنیتی سے حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان گھٹانے کے لئے نماز میں ہمیشہ سورہ عبس پڑھا کرتا تھا، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے صحابی کو بھیج کر اس منافق امام کا سر قلم کرادیا۔ حالانکہ وہ قرآن پڑھا کرتا تھا، مگر نیت میں کھوٹ تھا، گردن زدنی قرار دیا گیا۔ خلفائے راشدین اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں ادنیٰ سی گستاخی اور بدنیتی برداشت نہیں کر سکتے تھے، یہ اس سچی محبت کا تقاضا تھا جس سے ان کے سینے روشن تھے۔

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ سرکاردوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے جیسی محبت کرتے تھے اور آپ کا جیسا ادب اور تعظیم کرتے تھے، اس کی نظیر کہیں نہیں ملتی۔ حضرت عروہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دربار رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم میں ادب اور تعظیم کے جو ایمان افروز مناظر دیکھے ان کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

قسم خدا کی، بادشاہ کے درباروں میں وفد لے کر گیا ہوں۔ میں قیصر وکسریٰ اور نجاشی کے دربار میں حاضر ہوا ہوں لیکن خدا کی قسم میں نے کوئی بادشاہ ایسا نہیں دیکھا کہ اس کے ساتھی اس طرح تعظیم کرتے ہوں جیسے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھی ان کی تعظیم کرتے ہیں۔

حضرت عروہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ مناظر اس وقت دیکھے جب وہ مشرف باسلام نہیں ہوئے تھے۔ وہ فرماتے ہیں، صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم

☆ ......سرکاردوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے وضو کا پانی لینے کے لیے آپس میں جھپٹتے تھے۔

☆......آپ کی بارگاہ میں اونچی آواز سے نہ بولتے تھے۔

☆......چہرۂ مبارک کو آنکھ بھر کے نہ دیکھتے، سر جھکائے بیٹھے رہتے تھے۔

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی ادب وتعظیم کے واقعات بیان کئے جائیں، وہ سراپا محبت تھے۔ وہ سراپا ادب تھے۔ چند واقعات

پیش کئے جاتے ہیں۔

(۱)...... ایک مرتبہ حضرت بلال حبشی رضی اللہ تعالی عنہ حضور انور صلی علیہ وآلہ وسلم کے وضو کا پانی ایک لگن میں لیے باہر آئے تو صحابہ جھپٹ پڑے، جس کو پانی کا ایک قطرہ نہ ملا اس نے دوسرے صحابی کی ہاتھ کی تری کو چھو کر اپنے چہرے پر مل لیا۔

(۲)...... ایک صحابی، سرکار دوعالم صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم کے سر مبارک کے بال اتار رہے تھے، ارد گرد گھیرا ڈالے صحابہ کرام رضی اللہ تعالی عنہم زمین پر گرنے سے پہلے بالوں کو اپنے ہاتھ پر لے لیتے۔ اور بطور تبرک محفوظ کر لیتے آج پوری دنیا میں یہ تبرکات محفوظ ہیں۔

(۳)...... حضرت عبیدہ رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے تھے کہ میرے پاس حضور انور صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم کا ایک بال ہونا میرے نزدیک دنیا و مافیہا سے زیادہ محبوب ہے۔

(۴) حضرت انس رضی اللہ تعالی عنہ نے حضور انور صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم کے لکڑی کے پیالے کو جان سے لگا کر رکھا تھا۔ جس کو ایک جان نثار نے آٹھ لاکھ درہم میں خریدا۔

(۵)...... حضرت معاویہ رضی اللہ تعالی عنہ کو ان کی وصیت کے مطابق کفن میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کرتا پہنایا گیا، آپ کی چادر میں لپیٹا گیا، آپ کا تہبند باندھا گیا، گلے، منہ اور ان اعضاء پر جو سجدہ کے وقت زمین پر لگتے ہیں حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے موئے مبارک اور تراشیدہ ناخن مقدس رکھے گئے۔

حضور انور صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم سامنے ہوں یا نہ ہوں، صحابہ کرام رضی اللہ تعالی عنہم آپ کی تعظیم و توقیر میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھتے تھے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے دلوں میں بسے ہوئے تھے۔ اور یہ ادب ان کو آپ ہی نے تعلیم فرمایا۔

سرکار دوعالم صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "جب تم میں سے کوئی نماز پڑھنے کھڑا ہو تو سامنے نہ تھوکے۔ کیوں نہ تھوکے؟ کہ اس طرف بیت اللہ ہے۔ بیت اللہ سامنے ہو یا نہ ہو اس کی تعظیم و تکریم ہر مسلمان پر لازم ہے۔ ایک صحابی نے نماز پڑھاتے وقت قبلہ کی طرف تھوک دیا، سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تھوکتے ہوئے دیکھ لیا۔ فرمایا، آئندہ یہ شخص لوگوں کو نماز نہ پڑھائے۔ اور پھر اس نے کبھی نماز نہ پڑھائی۔ حضرت سائب بن خلاد رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں شاید سرکار دوعالم صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم نے یہ بھی فرمایا۔ تو نے اللہ و رسول کو اذیت دی اور ان کو ستایا۔ اپنے کسی قول و عمل سے حضور اکرم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کو اذیت نہ دو۔ آپ کی تعظیم و توقیر مقصود حیات ہے، مطلوب پروردگار ہے۔ جس کا دل آپ کی محبت اور ادب و تعظیم سے خالی ہے وہ ایمان سے محروم ہے، یہی قرآن کا فیصلہ ہے۔ اپنے ایمان کی حفاظت کریں۔ یہ ایک گوہر بے بہا ہے۔ تنہا نہ رہیں، سچوں کے ساتھ رہیں۔ سچے وہ ہیں جن کی صحبت میں حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت و الفت اور ادب و تعظیم پیدا ہو۔ جن کی صحبت میں آپ کے سینے محبت رسول صلی علیہ وآلہ وسلم سے خالی ہونے لگیں اور آپ بے ادب گستاخ بننے لگیں ان سے اس طرح بچیں، جس طرح انسان درندوں سے بچتا ہے، بلکہ اس سے بھی زیادہ ہوشیار رہیں۔ درندوں سے تو صرف جان کا خوف ہوتا ہے اور ایسے انسانوں سے ایمان کا خوف رہتا ہے۔ ایمان ہی سب سے قیمتی متاع ہے۔ یہ لٹ گئی تو سب کچھ لٹ گیا۔

رب تعالی ہمارے دلوں میں نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم کی محبت و عظمت کا نقش جمائے۔ آپ کے حضور با ادب رکھے، پریشان خیالیوں اور لب کشائیوں سے محفوظ رکھے آمین۔ بلاشبہ بامراد ہوا جس نے اس در پر سر جھکایا۔ کامیاب ہوا جس نے ادکا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا۔ سرفراز ہوا جو آپ کے نقش قدم پر چلتا رہا۔

# خاتم رسالت علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سیاست

جناب امین احسن اصلاحی صاحب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعے اللہ تعالیٰ کا بھیجا ہوا دین اسلام جس طرح ہماری انفرادی زندگی کا دین ہے، اسی طرح ہماری اجتماعی زندگی کا دین بھی ہے۔ جس طرح وہ عبادات کے ذریعے بتاتا ہے اسی طرح سیاست کے آئین بھی سکھاتا ہے اور جتنا تعلق اس کا مسجد سے ہے اتنا ہی اس کا تعلق حکومت سے بھی ہے۔ اس دین کو ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لوگوں کو بتایا اور سکھایا بھی اور ایک وسیع ملک کے اندر اس کو جاری ونافذ بھی کر دیا۔ اسی وجہ سے حضور نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی جس طرح بحیثیت ایک معلم اخلاق کے ہمارے لئے اسوہ یا نمونہ ہے۔ اسی طرح بحیثیت ایک ماہر سیاست اور ایک مدبر کامل کے بھی اسوہ نمونہ اور مثال ہے۔

ہم سب جانتے ہیں کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت سے پہلے عرب قوم سیاسی اعتبار سے نہایت پست حال تھی۔ مشہور مؤرخ علامہ ابن خلدون نے ان کو ان کے مزاج کے اعتبار سے بھی ایک بالکل غیر سیاسی قوم قرار دیا ہے۔ اپنی پوری تاریخ میں وہ کبھی وحدت اور مرکزیت سے آشنا نہیں ہوئے بلکہ ہمیشہ ان پر مزاج اور انارکی کا تسلط رہا۔ پوری قوم جنگجو اور آپس میں لڑنے مارنے والے قبائل کا ایک مجموعہ تھی۔ جس کی ساری قوت وصلاحیت خانہ جنگیوں اور آپس کی لوٹ مار میں برباد ہو رہی تھی۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ۲۳ سال کی قلیل مدت کے میں اپنی تعلیم وتبلیغ اور اخلاق کے عملی نمونوں سے اس قوم کے مختلف عناصر کو اس طرح جوڑ دیا کہ یہ پوری قوم ایک سیسہ پلائی دیوار بن گئی۔

اس تنظیم کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ یہ ایک بالکل اصولی اور انسانی تنظیم تھی۔ اس کے پیدا کرنے میں حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہ تو قومی، نسلی لسانی او جغرافیائی تعصبات سے کوئی فائدہ اٹھایا نہ قومی اور وطنی حوصلے ابھارنے سے کوئی کام لیا، نہ دنیاوی مفادات کا کوئی لالچ دیا، نہ کسی دشمن کے ہوے سے لوگوں کو ڈرایا۔ دنیا میں جتنے بھی چھوٹے یا بڑے مدبر اور سیاست دان گزرے ہیں۔ انہوں نے ہمیشہ اپنے سیاسی منصوبوں کی تکمیل میں انہی محرکات سے کام لیا ہے۔ اگر حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی ان چیزوں سے فائدہ اٹھاتے تو یہ بات آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی قوم کے مزاج کے بالکل مطابق ہوتی۔ لیکن آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے نہ صرف یہ کہ ان چیزوں سے کوئی فائدہ نہیں اٹھایا بلکہ ان میں سے ہر چیز کو ایک فتنہ قرار دیا اور ہر فتنے کی خود اپنے ہاتھوں سے بیخ کنی فرمائی۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی قوم کو صرف اللہ تعالیٰ کی بندگی واطاعت عالمگیر انسانی اخوت، ہمہ گیر عدل وانصاف، علائے کلمۃ اللہ اور خوف آخرت کے محرکات سے جگایا۔ یہ سارے محرکات نہایت اعلیٰ اور پاکیزہ تھے۔ اسی وجہ سے آپ کی کوششوں سے دنیا کی قوموں میں صرف ایک قوم کا اضافہ نہیں ہوا، بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کوشش سے ایک بہترین امت ظہور میں آئی، جس کی تعریف قرآن مجید میں یہ بیان کی گئی ہے۔

كنتم خير امة اخرجت للناس تامرون بالمعروف و تنهون عن المنكر

ترجمہ: تم دنیا کی بہترین امت ہو، جو لوگوں کو نیکی کا حکم دینے اور برائی سے روکنے کے لئے اٹھائی گئی ہو۔

حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی سیاست اور تدبر کا ایک اہم پہلو یہ بھی ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے جن

اصولوں کی دعوت دی اگر چہ وہ فرد، معاشرہ اور قوم کی ساری زندگی پر حاوی تھے اور انفرادی و اجتماعی زندگی کا ہر گوشہ ان کے احاطے میں آتا تھا۔لیکن آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے کسی اصول کے معاملے میں کبھی کوئی لچک قبول نہیں فرمائی، نہ دشمن کے مقابلے میں، نہ دوست کے معاملے میں۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو سخت سے سخت حالات کا سامنا رہا، لیکن لوہا بھی ہوتا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے مقابلے میں موم پڑ جاتا۔آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی پوری زندگی گواہ ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے کسی سختی سے دب کر کسی اصول کے معاملے میں کبھی کوئی سمجھوتہ کرنا گوارا نہیں کیا۔اسی طرح آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو پیشکشیں بھی کی گئیں اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مختلف قسم کی دینی اور دنیاوی مصلحتیں بھی بتانے کی کوشش کی گئی، لیکن کسی قسم کی تدبیریں بھی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو کسی موقف سے ہٹانے میں کامیاب نہ ہوسکیں۔آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جب دنیا سے تشریف لے گئے تو اس حال میں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان مبارک سے نکلی ہوئی ہر بات اپنی اپنی جگہ پر پتھر کی لکیر کی طرح ثابت و قائم تھی۔ دنیا کے مدبروں اور سیاستدانوں میں سے کسی ایسے مدبر اور سیاستدان کی مثال نہیں دی جاسکتی جو اپنے دو چار اصولوں کو بھی دنیا میں برپا کرنے میں اتنا مضبوط ثابت ہو چکا ہو کہ اس کی نسبت یہ دعویٰ کیا جاسکے کہ اس نے اپنے کسی اصول کے معاملے میں کمزوری نہیں دکھائی یا کوئی ٹھوکر نہیں کھائی، لیکن حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ایک پورا نظام زندگی کھڑا کر دیا، جو اپنی خصوصیات کے لحاظ سے اس زمانہ کے مزاج اور رجحان سے اتنا مختلف تھا کہ وقت کے مدبرین اور ماہرین سیاست اس انوکھے نظام کو بے جوڑ اور نہ جانے کیا کیا کہتے تھے۔لیکن حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اس نظام زندگی کو عملاً دنیا میں برپا کر کے ثابت کر دیا جو لوگ اس نظام کو بے جوڑ کہتے اور سمجھتے تھے، وہ دیوانے تھے۔

حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیاست اس اعتبار سے ہی دنیا کے لئے ایک نمونہ اور مثال ہے کہ حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سیاست کو عبادت کی طرح ہر قسم کی آلودگیوں سے پاک رکھا۔اپنی سیاسی زندگی سے دنیا کو درس دیا کہ ایمان داری اور سچائی جس طرح انفرادی زندگی کی بنیادی اخلاقیات میں سے ہیں، اسی طرح اجتماعی اور سیاسی زندگی کے لئے بھی لازم ہیں بلکہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ایک عام شخص کے جھوٹ کے مقابلے میں ایک صاحب اقتدار اور ایک بادشاہ کے جھوٹ کو، جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے، کہیں زیادہ بڑا جرم قرار دیا۔آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے طویل عرصہ نہایت مظلومیت کی حالت میں گزارا اور کم وبیش اتنا ہی عرصہ اقتدار اور سلطنت کا گزارا۔اس دوران میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو دوستوں اور دشمنوں دونوں سے مختلف قسم کے سیاسی اور تجارتی معاہدے کرنے پڑے، دشمن سے متعدد جنگیں لڑنی پڑیں۔عہد شکنی کرنے والوں کے خلاف جوابی اقدامات کرنے پڑے۔قبائل کے وفود سے معاملے طے کرنے پڑے، آس پاس کی حکومتوں کے وفود سے سیاسی گفتگوئیں کرنی پڑیں اور سیاسی گفتگوؤں کے لئے اپنے وفود ان کے پاس بھیجنے پڑے۔یہ سارے کام آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے انجام دیئے لیکن، دوست اور دشمن ہر شخص کو اس بات کا اعتراف ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے کبھی کوئی جھوٹا وعدہ نہیں کیا۔اپنی کسی بات کی غلط تاویل کرنے کی کوشش نہیں فرمائی۔کوئی بات کہنے کے بعد اس سے انکار نہیں کیا۔کسی معاہدے کی خلاف ورزی نہیں کی۔دوستوں کا نازک سے نازک حالات میں بھی ساتھ دیا اور دشمنوں کے ساتھ بد سے بدتر حالات میں بھی انصاف کیا۔اگر دنیا کے مدبرین اور اہل سیاست کو اس کسوٹی پر جانچا جائے تو میں پورے اعتماد کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ محمد رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے سوا کوئی بھی اس کسوٹی پر کھرا نہ پایا جائے گا۔پھر یہ بات بھی ملحوظ خاطر رکھنے کی ہے کہ سیاست میں عبادت کی اس دیانت اور سچائی قائم رکھنے کے باوجود حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی سیاست میں کبھی کسی ناکامی کا تجربہ نہیں کرنا پڑا۔

حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی سیاست اور تدبر کا یہ بھی ایک کمال ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے عرب جیسے

ملک کے ایک ایک گوشے میں امن اور عدل کی حکومت قائم کی۔ کفار و مشرکین کا زور اس طرح توڑ دیا کہ فتح مکہ کے موقع پر فی الواقعہ انہوں نے گھٹنے ٹیک دیئے۔ یہود کی سیاسی سازشوں کا بھی خاتمہ کر دیا۔ رومیوں کی سرکوبی کے لئے انتظامات فرمائے۔ یہ سارے کام آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے کرڈالے لیکن پھر بھی انسانی خون بہت کم بہا۔ نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے پہلے کی تاریخ گواہی دیتی ہے اور آج کے واقعات بھی یہ شہادت دے رہے ہیں کہ دنیا کے چھوٹے چھوٹے انقلابات میں بھی ہزاروں لاکھوں جانیں ختم ہو جاتی ہیں اور مال واسباب کی بربادی کا کوئی اندازہ ہی نہیں کیا جاسکتا۔ نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے مبارک ہاتھوں سے جو انقلاب برپا ہوا اس کی عظمت اور وسعت کے باوجود شاید ان نفوس کی تعداد چند سو سے زیادہ نہیں ہوگی جو اس ساری جدوجہد کے دوران میں حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھیوں میں سے شہید ہوئے یا مخالف گروہ کے آدمیوں میں سے مارے گئے (قاضی سلیمان منصور پوری کی تحقیق کے مطابق عہد نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے تمام شہداء کی تعداد ۲۵۹ اور کفار مقتولین کی تعداد ۷۵۹ بنتی ہے جبکہ دوسری جنگ عظیم کے مقتولین کی تعداد مولانا غلام رسول مہر کی تحقیق کے مطابق دو کروڑ سے بھی زائد بنتی ہے)

پھر یہ بات بھی حد درجہ اہمیت رکھتی ہے کہ دنیا کے معمولی معمولی انقلابات میں ہزاروں لاکھوں آبروئیں فاتح فوجیوں کی ہوس کا شکار ہو جاتی ہیں۔ اس تہذیب و تمدن کے زمانے میں بھی ہم نے دیکھا ہے کہ فاتح ملک کی فوجوں نے مفتوح ملک کی سڑکیں اور گلیاں حرام نسلوں سے بھر دی ہیں اور ستم بالائے ستم یہ کہ ارباب سیاست اس صورتحال پر شرمندگی اور ندامت کا اظہار کرنے کی بجائے اس کو انقلاب کا ایک لازمی نتیجہ قرار دیتے ہیں، لیکن حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی قیادت میں جو انقلاب رونما ہوا اس میں کوئی ایک واقعہ بھی ایسا نہیں ملتا کہ کسی نے کسی کی عزت وعصمت پر دست درازی کی ہو۔

اہل سیاست کے لئے ٹھاٹھ باٹھ، شان وشوکت، ہٹو بچو (پروٹوکول) بھی سیاست کے لوازم میں سمجھا جاتا ہے۔ جو لوگ عوام کو ایک نظام میں پرونے اور منظم کرنے کے لئے اٹھتے ہیں، وہ بہت سی باتیں اپنوں اور بیگانوں پر رعب وہیبت جمانے اور اپنی اہمیت قائم کرنے کے لئے اختیار کرتے اور یہ سمجھتے ہیں کہ یہ ساری باتیں ان کی سیاسی زندگی کے لازمی تقاضے ہیں۔ اس طرح کے مقاصد کے پیش نظر جب وہ نکلتے ہیں، تو بہت سے لوگ ان کے آگے پیچھے چلتے ہیں۔ جہاں وہ ظاہر ہوتے ہیں۔ ان کے نعرے بلند کرائے جاتے ہیں۔ جہاں وہ اترتے ہیں۔ ان کے جلوس نکالے جاتے ہیں۔ جلسوں میں ان کی خدمت میں ایڈریس اور سپاسنامے پیش کئے جاتے ہیں اور ان کی شان میں قصیدے پڑھے جاتے ہیں۔ جب وہ مزید ترقی کر جاتے ہیں تو ان کے لئے محل اور دیوان خانے آراستہ کئے جاتے ہیں۔ ان کو سلامیاں دی جاتی ہیں۔ ان کے لئے خصوصی بری، بحری اور ہوائی سواریوں کے انتظامات کیے جاتے ہیں۔ جب وہ کسی خاص سڑک پر نکلنے والے ہوتے تو وہ سڑک دوسروں کے لئے بند کر دی جاتی ہے۔

اس زمانے میں ان چیزوں کے بغیر کسی صاحب سیاست کا تصور بھی نہ دوسرے لوگ کرتے ہیں اور نہ کوئی صاحب سیاست ان لوازم سے الگ خود اپنا کوئی وجود تصور کرتا ہے، لیکن ہمارے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اس اعتبار سے بھی دنیا کے تمام اہل سیاست سے الگ رہے۔ جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اپنے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں چلتے تو کوشش فرماتے کہ سب کے پیچھے چلیں۔ مجلس میں تشریف رکھتے تو اس طرح گھل مل کر بیٹھتے کہ یہ امتیاز کرنا مشکل ہوتا کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کون سے ہیں۔ کھانا کھانے کے لئے بیٹھتے تو دوزانو ہو کر بیٹھتے اور فرماتے کہ میں اپنے رب کا غلام ہوں اور جس طرح ایک غلام کھانا کھاتا ہے اسی طرح میں بھی کھانا کھاتا ہوں۔ ایک مرتبہ ایک بدو اپنے اس تصور کی بنا پر جو حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں اس کے ذہن میں رہا ہوگا، سامنے آیا تو حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو سامنے دیکھ کر کانپ گیا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اسے تسلی دیتے ہوئے فرمایا کہ ڈرو نہیں میری ماں بھی سوکھا گوشت کھایا کرتی تھی یعنی جس طرح تم نے اپنی ماں کو بدویانہ زندگی میں سوکھا گوشت کھاتے دیکھا ہوگا،

اسی طرح کا سوکھا گوشت کھانے والی ایک ماں کا بیٹا میں بھی ہوں۔ نہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے لئے کوئی خاص سواری تھی، نہ کوئی خاص قصر یا دیوان تھا۔ نہ کوئی خاص باڈی گارڈ تھا، جو لباس دن یا رات میں پہنتے، اسی میں ملکی اور غیر ملکی وفود اور سفراء سے مسجد نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے فرش پر ملاقاتیں فرماتے اور تمام اہم امور کے فیصلے صادر فرماتے۔

قارئین یہ سوچیں کہ اس زمانے کی بدویانہ زندگی میں سیاست اس طمطراق اور اس ٹھاٹھ باٹھ سے آشنا نہیں ہوئی تھی، جس کے مظاہرے آج نظر آتے ہیں، سیاست اور اہل سیاست کی ناتا شاہی ہمیشہ سے یہی رہی۔ ہمارے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے ایک نئے طرز کی سیاسی زندگی کا نمونہ دنیا کے سامنے رکھا۔ جس میں دنیاوی کروفر کے بجائے خلافت الٰہی کا جلال اور ظاہری ٹھاٹھ باٹھ کی جگہ خدمت اور محبت کا جمال تھا، لیکن اس سادگی اور فقر اور درویشی کے باوجود اس کے جلال اور وقار کا یہ عالم تھا کہ روم وشام کے بادشاہوں پر اس کے تصور سے لرزہ طاری ہوتا تھا۔ نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی سیاست اور تدبر کا ایک اور پہلو بھی خاص طور پر قابل ذکر ہے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے اپنی حیات مبارک ہی میں ایسے لوگوں کی ایک بہت بڑی جماعت تربیت کر کے تیار کر دی جو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پیدا کردہ انقلاب کو اس کے اصل مزاج کے مطابق آگے بڑھانے، مستحکم کرنے اور اجتماعی وسیاسی زندگی میں اس کے تمام تقاضوں کو بروئے کار لانے کے لئے پوری طرح اہل تھی۔ چنانچہ اس تاریخی حقیقت سے کوئی شخص بھی انکار نہیں کر سکتا کہ حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی رحلت کے بعد اس انقلاب نے عرب سے نکل کر آس پاس کے دوسرے ممالک میں قدم رکھا اور دیکھتے دیکھتے اس کرہ ارضی کے تین براعظموں میں اس نے اپنی جڑیں جمالیں۔ لیکن اس کی اس وسعت کے باوجود اس کی قیادت کے لئے موزوں اشخاص کی کمی محسوس نہیں ہوئی۔ میں نے جن تین براعظموں کی طرف اشارہ کیا ہے ان کے متعلق یہ حقیقت بھی ہر شخص جانتا ہے کہ ان کے اندر وحشی قبائل نہیں تھے بلکہ وقت کی نہایت ترقی یافتہ، جبار وقہار حکومتیں تھیں، لیکن تعلیمات نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی موجوں نے جزیرہ نمائے عرب سے اٹھ کر ان جابر حکومتوں کو جڑوں سے یوں اکھاڑ پھینکا گویا زمین میں ان کی کوئی بنیاد ہی نہیں تھی اور ان کے جبر وظلم کی جگہ سرگوشے اسلامی تہذیب وتمدن کی برکتیں پھیلا دیں جن سے دنیا آج تک فیض یاب ہو رہی ہے۔

دنیا کے تمام مدبرین اور اہل سیاست کی پوری فہرست پر نگاہ ڈال کر غور کیجئے کہ ان میں کوئی ایک شخص بھی نظر نہیں آتا جس نے اپنے دو چار ساتھی بھی ایسے بنانے میں کامیابی حاصل کی جو اس کے فکر اور فلسفہ اور اس کی سیاست کے ان معنوں میں عالم اور عامل رہے ہوں جن معنوں میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے بتائے ہوئے طریقے کے عالم وعامل ہزاروں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم تھے۔

آخر میں ایک بات بطور تنبیہ عرض کر دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا اصلی مرتبہ اور مقام یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نبی خاتم اور پیغمبر عالم ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کسی بھی قسم کا کوئی نبی یا رسول مبعوث ہوگا، نہ آئے گا۔ سیاست اور تدبر اس مرتبہ بلند کا ایک ادنیٰ شعبہ ہے جس طرح ایک حکمران کی زندگی پر ایک تحصیلدار کی زندگی کے زاویہ سے غور کرنا ایک بالکل ناموزوں بات ہے۔ اس سے ناموزوں بات شاید یہ ہے کہ ہم سید کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی پر ایک ماہر سیاست یا ایک مدبر کی زندگی کی حیثیت سے غور کریں۔ نبوت اور رسالت ایک عظیم عطیہ الٰہی ہے، جب یہ عطیہ اللہ تعالیٰ اپنے کسی بندہ کو بخشتا تو وہ سب کچھ اس کو بخش دیتا ہے، جو اس دنیا میں بخشا جا سکتا ہے۔ پھر حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تو صرف نبی (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) ہی نہیں تھے بلکہ خاتم الانبیاء تھے، صرف رسول ہی نہیں تھے بلکہ سید المرسل تھے۔ صرف اہل عرب ہی کے لئے نہیں تھے بلکہ تمام عالم کے لئے مبعوث ہوئے تھے اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیم وہدایت صرف کسی خاص مدت تک کے لئے نہیں تھی بلکہ ہمیشہ باقی رہنے والی تھی اور یہ بھی ہر شخص جانتا ہے کہ حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کسی دین رہبانیت کے داعی بن کر نہیں آئے تھے بلکہ ایک ایسے دین کے مدعی تھے جو روح اور جسم دونوں پر حاوی اور دنیا وآخرت دونوں کی حسنات کا ضامن تھا۔

# رضائے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم

حضرت علامہ پروفیسر محمد جاوید اقبال چٹھہ صاحب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(۱):قد نری تقلب وجھک فی السماء ترجمہ:محبوب آسمان کی طرف تمہارے بار بار منہ اٹھانے کو ہم نے دیکھ لیا ہے۔ فلنولینک قبلۃ ترضٰھا، ہم عنقریب (کعبہ کو) قبلہ بنادیں گے تا کہ تم راضی ہو جاؤ اللہ تعالیٰ وعدہ فرماتا ہے۔

(۲):ولسوف یعطیک ربک فترضیٰ (الضحیٰ:۵)۔"تجھے عنقریب اتنا دوں گا کہ تم راضی ہو جاؤ گے" فرمایا ترضیٰ تا کہ تم راضی ہو جاؤ۔ پھر قلب نبی میں عجلت ہے، محبوب کی مرضی ہے ابھی قبلہ بھی بن جائے تو فرمایا فول وجھک شطر المسجد الحرام (البقرۃ:۱۴۹)(اگر جلدی ہے) تو ابھی اپنا چہرہ مسجد الحرام کی طرف کر لیجئے۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نماز پڑھ رہے تھے حکم آتے ہی بیت المقدس سے کعبہ المقدس کی طرف چہرہ پھیر لیا۔

کعبہ کا کعبہ:روئے زمین کے مسلمان اس کو جہت سجدہ بناتے ہیں تو یہ محبوب رب العالمین کا عطیہ ہے۔ نماز میں منہ اٹھانا منع ہے۔ حدیث میں ہے نماز پڑھتے ہوئے چہرہ جو اوپر اٹھائے گا چہرہ اچک لیا جائیگا لیکن یہاں معاملہ رضا کا ہے۔ ہم کو نظر اٹھانے سے منع کیا ہے، محبوب نے نظر اٹھائی تو اس کو قبلہ بنا دیا گیا ہے۔ نماز میں ہمیں نظر اٹھانا منع ہے مگر محبوب کا اٹھانا عین شرع ہے۔ ہم نظر اٹھائیں آسمان کی طرف تو نماز باطل ہے، محبوب اٹھائیں تو قرآن کی تلاوت ہے، ہم نظر اٹھائیں تو نماز قضا، محبوب اٹھائیں تو ادا ہے۔ یہ قیامت تک آپ کی اتباع قبلہ منہ کرنا ہم پر لازمی ہے۔ ہم نظر اٹھائیں تو چہرہ اچک جائے محبوب اٹھائیں تو قبلہ بدل جائے۔

ایک صحابی سعید بن معلیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نماز پڑھ رہے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو آواز دی وہ نماز پوری کر کے حاضر دربار ہوئے۔ فرمایا اتنی دیر، عرض کیا سرکار میں نماز میں مشغول تھا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کیا تم نے یہ آیت نہیں سنی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

یا ایھا الذین آمنوا استجیبوا للہ وللرسول اذا دعاکم لمایحییکم (انفال:۲۴)

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ اور اس کا رسول بلائے تو فوراً جواب دو تا کہ تم کو زندہ کریں۔

(۱):علماء فرماتے ہیں نمازی نماز پڑھ رہا ہو، نماز کو توڑ کر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہونا فرض ہے اور کام کرتے رہیں واپس آکر بھی نماز وہیں سے شروع کر دے تو نقص نہیں آئے گا۔ لہٰذا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کعبہ کے کعبہ ہوئے۔

(۲):تا کہ زندہ کریں اور زندہ کرنا صفت خدا ہے۔ مگر محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ عظمت اور شان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ خوبی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو عطا کی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جسے بلائیں وہ حاضر ہو تو دل کی حیات پا لیتے ہیں۔ لہٰذا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے اس کمال کو ماننے سے شرک نہیں بلکہ ایمان میں اضافہ ہوگا، دل کو سوز ملے گا۔ روح کو محبت کا سامان ملے گا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وآلہ وسلم کے کمال بیان کرنا قرآن پر عمل کرنا ہے۔قرآن تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کمالات کا مجموعہ ہے۔ادھر یہ ہے کہ رضا اللہ کو مطلوب ہے، ادھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی مرضی سے نہیں بولتے ہیں۔ وما ینطق عن الھویٰ لہذا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے نماز پڑھتے ہیں، اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رضا کے لئے قبلہ بدل دیتا ہے۔آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے ہجرت کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی رضا پر یثرب کو مدینہ بنادیتا ہے۔آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ کی رضا پر تبلیغ کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی رضا پر مدینہ کو حرم بنادیتا ہے۔آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ کی رضا پر وقت گزارتے ہیں، اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی رضا پر عمر کو ایمان عطا کرتا ہے۔ ولسوف یعطیک ربک فترضیٰ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اور آپ کی غلامی کا صدقہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ولسوف یرضیٰ راضی ہوا فرماتا ہے۔یہود کی فطرت ہے وہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے راضی ہی نہیں ہوتے ہیں۔

(۳):ولن ترضیٰ عنک الیھود ولا النصاری آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے یہود ونصاریٰ راضی نہیں ہوں گے۔(البقرہ:۱۲۵)

یہودی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے راضی نہ ہوں۔نصاریٰ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے راضی نہ ہوں، کوئی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے راضی ہو یا نہ ہو۔اے محبوب! میں تجھے راضی کروں گا۔ بلکہ صدیق کو راضی کروں گا، بلکہ صحابہ کو فرمایا رضی اللہ تعالی عنھم و رضو عنہ اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہے اور وہ اللہ تعالیٰ سے راضی ہیں۔جن میں بلال حبشی بھی ہیں۔اس لیے وہ تجھ سے راضی ہے اور میں تجھ سے راضی ہوں۔

احادیث: حدیث قدسی میں ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

**کلھم یطلبون رضائی و انا اطلب رضاک یا محمد**

ترجمہ: ساری کائنات میری رضا چاہتی ہے اور میں اپنے محبوب کی رضا چاہتا ہوں (نزہۃ المجالس جلد۲)

خدا کی رضا چاہتے ہیں دو عالم　　　خدا چاہتا ہے رضائے محمد

عیسیٰ علیہ السلام روح اللہ ہیں، موسیٰ علیہ السلام کلیم اللہ ہیں، ابراہیم علیہ السلام خلیل ہیں، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم محبوب ہیں ،اس لئے کہ اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی رضا چاہتا ہے۔

**وکذلک نری ابراھیم ملکوت السماوات والارض (الانعام:۷۵)**

ترجمہ: اور اسی طرح ہم نے ابراہیم کو (جو خلیل ہیں) زمین و آسمان کے عجائب وغرائب دکھائے ہیں۔

مگر تیرا مرتبہ محبوب یہ ہے جہاں خلیل کی نظر پہنچتی تھی وہاں شب معراج حبیب کے قدم پہنچے ہیں۔خلیل کی نظر نے ملکوت السماوات کو دیکھا اور حبیب کے قدم ملکوت السماوات پر پہنچے ہیں۔

وھو بالافق الاعلیٰ (النجم:۷)　　　ترجمہ: اور آسمان بریں کے سب سے بلند کنارے پر تھے۔

(مراد حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہیں اس لیے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ترضیٰ کے مقام والے ہیں) اللہ تعالیٰ عزوجل

یہ آیت نازل کرتا ہے۔ادھر حضور سید المرسلین محبوب رب العالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بارگاہ ایزدی میں عرض کرتے ہیں:

**اذن لا رضی و واحد من امتی فی النار**۔یعنی میں تو راضی نہ ہوں گا اگر میرا ایک امتی بھی جہنم میں رہ گیا۔(روح البیان)

اختیار:عمومی حکم یہ ہے کہ کسی عمل کے ثبوت کے لئے دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی ضروری ہے،مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اعرابی سے گھوڑا خریدا اور وہ اعرابی بیچ کر مکر گیا۔پھر الٹا گواہ مانگا چونکہ یہ واقعہ کسی کے سامنے نہ تھا،اس لئے کوئی بھی گواہی دینے کے لئے تیار نہ تھا۔اتنے میں حضرت خزیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حاضر دربار ہوئے،گفتگو سن کر عرض کی میں گواہی دیتا ہوں کہ اے اعرابی تو نے گھوڑا فروخت کیا ہے۔آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا خزیمہ تم تو موجود نہ تھے تم نے گواہی کیسے دی؟۔عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم **انا اصدقک اخبر السماء والارض الا اصدقک علی الاعرابی** (جب میں زمین وآسمان کی خبروں پر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی تصدیق کرتا ہوں تو ایک اعرابی کے مقابلے میں تصدیق نہ کروں؟)حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا خزیمہ جس کسی کے نفع یا نقصان کی گواہی دیں ان کی ایک شہادت ہی کافی ہے۔(ابوداؤد،نسائی،ابن ماجہ)

(۱):معلوم ہوا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم مالک شریعت ہیں۔خزیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق یہ ارشاد فرمایا۔

(۲):کیونکہ رب تعالیٰ ان کی رضا چاہتا ہے۔اس لیے یہ اختیار والے ہیں۔زمین وآسمان کی (غیبی) خبریں دیتے ہیں۔

(۳):آسمانوں اور زمین کی خبر دیتے ہیں یہی غیب ہے۔

اسی طرح سونے کی انگوٹھی کی اجازت حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو عطا ہوئی کہ تو پہن لے۔یہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خصوصیت ہے،اسی طرح ایک آدمی نے کہا دو نمازیں ادا کروں گا تب اسلام لاتا ہوں۔آپ نے دو نمازوں کی شرط پر اس کا ایمان لانا قبول فرمالیا(مسند احمد)روزہ دار کے کفارہ کا واقعہ حوالہ بخاری ہے،اسے کھانے کی اجازت دے دی۔حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کن کن اوصاف کے کمال کو گنا جائے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم مالک شریعت بھی ہیں،خالق کے حسن کا شاہکار بھی ہیں اور امت کی بخشش کروانے والے بھی ہیں۔

**فاستغفروا اللہ واستغفر لھم الرسول. (النساء : ۶۴)**

ترجمہ:اللہ سے بخشش طلب کریں اور رسول ان کے واسطے سفارش کریں گے۔

یہ مقام مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہے۔بخشنے والا خدا تعالیٰ ہے مگر بخشش میں وسیلہ آپ ہیں۔یہ فرمان خدا ہے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم قبلہ بدلوانے میں ترضھا کی رضا والے ہیں۔ربیعہ کو سل کہہ کر جنت دلوانے والے ہیں۔

**فاوحیٰ الیٰ عبدہ ما اوحیٰ** کے کلام والے ہیں۔مصدق بن کر پہلی کتابوں کی تصدیق کرنے والے ہیں۔**لنت لھم** کی صفت کے تحت نرم دل ہیں۔عزیز علیہ کی صفت کے تحت امت کے غم خوار ہیں۔

فقیروں کا ملجا غریبوں کا ماویٰ یتیموں کا والی غلاموں کا مولیٰ

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی رفت ورحمت کی صفات قرآن میں ہیں۔یہ قرآن ہدایت ہے،رحمت ہے،شفا ہے،برکت ہے

تو لازمی ہوا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت کا اقرار دلوں کی شفا ہے۔ کیونکہ صاحب قرآن کی شفاعت کا اقرار کریں تو قرآن پر ایمان ہے۔ پھر قرآن ہدایت ہے، شفاء ہے، برکت ہے، رحمت ہے، دوسری طرف آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم رحیم مومنین ہیں۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم رؤف مومنین ہیں، آپ کا قدم باعث برکت ہے۔ یہاں آپ ہوں عذاب نہیں (قرآن) تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم صاحب برکت ہوئے۔ قرآن بھی شفا ہے آپ کی ذات بھی شفاء ہے۔ صحابہ نے سردار کو سورہ فاتحہ دم کی (بخاری) شفاء ملی۔ ادھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا لعاب دہن شفا ہے۔ یہ ظاہر شفا بھی ہے۔ باطنی طور پر قرآن دلوں کی جلا ہے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بھی ظاہری وباطنی شفاء دینے والے ہیں۔

لما یحییکم آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم زندہ کرنے کی صفت والے بھی، دلوں کی شفا ہیں۔ مومنوں پر بڑے بڑے مہربان ہیں۔

کرم مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم:

(۱): لقد جائکم رسول من انفسکم عزیز علیه ما عنتم حریص علیکم بالمؤمنین رؤف رحیم۔ (التوبہ:۱۲۹)

ترجمہ: بے شک تمہارے پاس تشریف لائے تم میں وہ رسول جن پر تمہارا مشقت میں پڑنا گراں ہے تمہاری بھلائی کے نہایت چاہنے والے مسلمانوں پر کمال مہربان۔

فرمایا جاؤ کم آئے جیسا کہ قد جاء کم من الله نور ۔اللہ کی طرف سے نور آیا ہے۔ تو پہلے تھے تو آئے ہیں رسول من انفسکم کے قاعدہ کلیہ کے تحت وہ نور والا آیا۔ جس طرح جبرئیل علیہ السلام مریم علیہ السلام کے پاس شکل بشریت میں آئے (قرآن)۔ بارہ ربیع الاول کو میلاد ہوا اور حضرت لوط علیہ السلام کے پاس ملائکہ شکل بشریت میں آئے (قرآن) آتا وہ ہے جو پہلے ہو عزیز علیه ماعنتم وہ رسول جن پر تمہارا مشقت میں پڑنا گراں ہے۔ حریص علیکم بھلائی کے نہایت چاہنے والے۔ ادھر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے اس کمال کا ذکر ہے، دوسروں کا کتنا خیال کرتے ہیں۔ دوسرا بھلائی کے نہایت چاہنے والے ہیں اور بھلائی کی کتنی صورتیں ہیں کہ قرآن سننا سنانا، اس پر عمل کرنا، دوسروں سے صلہ رحمی کرنا، یہ کمال ہے بالمومنین رؤف رحیم کہ مومنوں پر بڑے مہربان ہیں۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم رؤف رحیم ہیں تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے لیے اسلام لانے کی دعا فرماتے ہیں۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم رؤف رحیم ہیں تو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ کے لیے اسلام لانے کی دعا مانگتے ہیں۔

(۲): فبما رحمة من الله لنت لهم (آل عمران:۱۵۹)۔ ترجمہ: تو کیسی کچھ اللہ کی مہربانی ہے کہ اے محبوب تم ان کے لئے نرم دل ہو۔

(۳): وما انت علیهم بجبار (ق:۴۵) اور کچھ تم ان پر جبر کرنے والے نہیں۔

(۴): واخفض جناحک لمن اتبعک من المومنین ۔ (الشعراء:۲۱۵)۔ اور اپنی رحمت کا بازو اپنے پیروں کو مسلمانوں کے لیے بچھاؤ۔

(۵): النبی اولیٰ بالمومنین من انفسهم۔ (الاحزاب:٦) یہ خاص نبی مومنوں کی اپنی جانوں سے زیادہ مہربان ہیں۔

بلکہ وماارسلناک الا رحمة للعالمین .(الانبیاء : ۱۰۷) آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تو تمام جہانوں کے لئے رحمت ہیں

عزیز کے معنی عزت بھی ہیں یہاں رحمت اور بھلائی کے تحت صلہ رحمی کی چند آیات درج کرتا ہوں۔

(٦): واتقوا الله الذی تساء لون به والارحام ان الله کان علیکم رقیباً۔(النساء:١)

اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو جس کے نام پر تم مانگتے ہو اور رشتہ داروں کا خیال رکھو بے شک اللہ تعالیٰ تمہیں ہر وقت دیکھ رہا ہے

ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو جس کے نام پر تم مانگتے ہو اور رشتہ داروں کا خیال رکھو بے شک اللہ تعالیٰ تمہیں ہر وقت دیکھ رہا ہے۔

(الف): دوسروں سے اللہ کے نام پر مانگنا جائز ہے، یا شیخ عبدالقادر جیلانی کہنا جائز ہے۔(پیر مہر علی شاہ)

(ب): رشتہ داروں سے نیک سلوک کرو تو تم پرہیزگاروں میں سے ہو گے اگر بعد میں بدسلوکی کرو گے تو خدا سے نہ چھپا سکو گے کیونکہ وہ تمہیں ہر وقت دیکھ رہا ہے۔

(٧): و بالوالدین احسانا و ذی القربیٰ۔(البقرۃ:٨٣)

ترجمہ: ماں باپ کے ساتھ اور رشتہ داروں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرو۔

والدین اور رشتہ داروں سے اچھا برتاؤ کا حکم ارشاد فرمایا گیا ہے۔

(٨): والذین یصلون ما امر الله به ان یوصل۔(الرعد:٢١)

ترجمہ: وہ لوگ جو ملاتے ہیں اس کو جس کے ملانے کا اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا ہے۔

صلہ رحمی کرنے والوں کی خوبی بیان ہو رہی ہے اور جنت کے حقدار ہیں۔ جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحمت پا گیا وہ جنت میں آ گیا جو دور رہا وہ محروم رہا۔ جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم رحمت بن کر آئے۔ قرآن میں پڑوس سے اچھا برتاؤ کرنے کا حکم صادر فرمایا ہے۔

والجار ذی القربیٰ والجار الجنب والصاحب بالجنب۔(النساء:٣٦)

ترجمہ: اور قریب کے پڑوسی اور دور کے پڑوسی اور ساتھ ساتھ کام کرنے والے (کے ساتھ اچھا برتاؤ کرو) یعنی دفتر میں کام کرنے والے ایک مل اور اسکول اور کالج وغیرہ میں ساتھ کام کرنے والے۔ انفسکم میں ایک قراۃ بالفتح فا آیا ہے اس کے معنی ہیں تم میں سب سے نفیس تر اور اشرف و افضل، دوسری آیت کریم میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی تشریف آوری کا ذکر ہے میلاد مبارک کا ذکر کرنا، ناجائز نہیں (خزائن العرفان)۔ ترمذی کی حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے اپنی پیدائش کا ذکر فرمایا (خزائن العرفان) اب دیکھیں اللہ تعالیٰ بھی رؤف رحیم ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو رؤف و رحیم فرمایا، لہٰذا صفات محبوب کے ماننے سے شرک نہیں۔ اس کی مزید وضاحت کی جاتی ہے۔ پہلے چند احادیث بسلسلہ رحیم بیان کی جاتی ہیں

احادیث: حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم مومنوں پر مہربان ہیں اس لئے اللہ تعالیٰ کے نزدیک ہونے اور اپنے قریب ہونے کے طریقے بھی بتائے ہیں۔

(١): قال لیس شیء اکرم علی الله الدعا۔ (ترمذی، ابن ماجہ)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے یہاں کوئی چیز دعا سے زیادہ عزیز نہیں۔

(۲): رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا تم میں سے جس کے لئے دعا کا دروازہ کھل گیا لہ ابواب الرحمة اس کے لئے رحمت کے دروازے کھل گئے اور اللہ تعالیٰ کو دعاؤں میں سب سے زیادہ محبوب یہ ہے کہ بندے اس سے عافیت کی دعا کریں۔(ترمذی)

(۳): ایک آدمی نے نماز میں دعا کی مگر نہ حمد کی اور نہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر درود پڑھا۔ تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا اس آدمی نے دعا میں جلدی کی ہے تم میں سے جب کوئی دعا کرے تو اسے چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کرے **ثم یصلی علی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم ثم یدعو بما یشاء** (پھر اس کے بعد نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر درود بھیجے اس کے بعد جو چاہے اللہ تعالیٰ سے مانگے)۔(ترمذی، ابوداؤد، نسائی)

دعا اس طرح کرنا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے وسیلہ سے کی جائے۔ اس کا طریقہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے سکھایا ہے۔ اس میں الفاظ ہیں **بمحمد النبی الرحمة** (جو نبی الرحمہ ہیں ان کے وسیلہ سے)(ترمذی، ابن ماجہ، نسائی) یعنی لفظ رحمت کا استعمال ہے اور وسیلہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کا ذکر ہے۔

(۴): حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو جب کوئی پریشانی لاحق ہوتی تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی دعا یہ ہوتی **یا حیی یا قیوم برحمتک استغیث** اے حیی وقیوم تیری رحمت سے مدد چاہتا ہوں (ترمذی)

(۵): رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس سے گناہ ہو جائے وہ گناہ سے سچے دل سے توبہ کرے، اگرچہ دن میں ستر دفعہ بھی پھر وہی گناہ کرے۔(ترمذی)

(۶): **التائب من الذنب کمن لا ذنب لہ** یعنی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا گناہ سے توبہ کرنے والا اس بندے کی طرح ہے جس نے گناہ کیا ہی نہ ہو۔(ابن ماجہ)

(۷): رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا لوگو! اللہ تعالیٰ کے حضور توبہ کرو میں خود دن میں سو سو بار اس کے حضور توبہ کرتا ہوں۔(صحیح مسلم)

(۸): جو اللہ تعالیٰ سے اس کی بارگاہ میں مغرب کی طرف سورج غروب ہونے سے پہلے توبہ کرے اللہ توبہ قبول فرماتا ہے (مسلم) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی مومنوں پر شفقت کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کا ذکر فرمایا ہے اس لیے حریص علیکم کی بھلائی چاہنے والے ہیں۔

(۹): صبح صحابہ کرام برتن میں پانی لاتے سخت سردی میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پانی میں ہاتھ ڈالتے تاکہ کوئی مایوس نہ ہو جائے، جو برکت حاصل کرنا چاہتا ہے وہ برکت حاصل کرے، اس لئے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم **بالمومنین روف رحیم** ہیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم **النبی اولی بالمومنین** ہیں۔ یہ نبی مومنوں پر ان کی جانوں سے بڑھ کر مہربان اور قریب ہیں۔

جس کی تسکین سے روتے ہوئے ہنس پڑے — اس تبسم کی عادت پہ لاکھوں سلام

(۱۰): ایک بڑھیا فوت ہو گئی جو مسجد کی خادمہ تھی۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو بغیر اطلاع کئے دفنا دیا ایک دن پوچھا وہ بڑھیا مائی کہاں ہے؟ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنھم نے کہا کہ وہ فوت ہو گئی ہے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو بتانا مناسب نہ جانا اس لیے دفنا دیا۔ فرمایا

مجھے اس کی قبر پر لے چلو، نماز جنازہ پڑھی اور فرمایا

**ان هذه القبور مملوة ظلمة على اهلها و ان الله ينور هالهم بصلاتى عليهم** (مسلم شریف)

ترجمہ: بے شک یہ قبریں ظلمت سے بھری پڑی تھیں مگر ان پر نماز پڑھنے سے اللہ نے روشن کر دیں۔

(الف): بڑھیا بے سہارا لاچار تھی جس کی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے قبر پوچھی یہ نہیں کہ وہ لاوارث ہے تو چھوڑ دوں، میں کیوں خبر لوں بلکہ لاوارث کے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم وارث ہیں، بے سہاروں کے سہارا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ جسے کوئی نہ پوچھے اسے پوچھنے والے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ جیسا کہ حدیث میں ذکر آیا ہے۔

(ب): آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے وسیلہ سے قبر منور ہو گئی۔

(ج): قبر کے اندر کی ظلمت، پھر نور کو بیان کیا، قبر کے اندر کی خبر و حال میرے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رکھتے ہیں۔ دیوار کے پیچھے کا علم تو معمولی بات ہے۔

(۱۱): ایک درخت کے نیچے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم آرام فرما تھے دوسرے لوگ دوسرے درختوں کے نیچے ٹھہر گئے، سوئے ہوئے تھوڑی دیر ہی ہوئی کہ ایک اعرابی آ گیا اور تلوار سونت لی تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بیدار ہوئے اور تلوار اس کے ہاتھ میں تھی اس نے کہا اب تمہیں کون بچائے گا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے جواب دیا اللہ تعالیٰ۔ اب وہ گھبرا گیا تو تلوار گر پڑی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا اب تجھے کون بچائے گا وہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بیٹھا تھا مگر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو کوئی سزا نہ دی۔ (خلاصہ از بخاری)

فتح مکہ ہوا فرمایا: **لا تثريب عليكم اليوم يغفر الله لكم وهو ارحم الراحمين**۔ (یوسف:۹۲)

ترجمہ: تم پر کچھ ملامت نہیں اللہ تم کو معاف کرے وہ سب مہربانوں سے بڑھ کر مہربان ہے۔

ادھر اللہ تعالیٰ مہربان ادھر محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم مہربان، ادھر اللہ تعالیٰ رؤف رحیم ادھر محبوب رؤف رحیم، ادھر اللہ عزوجل عزیز، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی عزیز۔ ادھر اللہ تعالیٰ گناہوں سے توبہ قبول فرمانے والا، ادھر محبوب دشمن کو معاف کرنے والا، ادھر اللہ تعالیٰ کی رحمت کے دروازے کھلے ہیں،'' ادھر گناہگاروں کے لئے سفارش و شفاعت کے لیے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے دروازے کھلے ہیں'' (پ:۵)۔ ادھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صاحب خلق عظیم ہیں، ادھر آنے والوں کو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے دعاؤں سے نوازا ہے۔

(۱۲): آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم صرف انسانوں کے لئے رحمت نہیں تھے بلکہ حیوانوں، چرند پرند اور تمام مخلوقات کے لئے وجہ رحمت ہیں۔ ایک اعرابی کے ایک اونٹ نے اپنی شکایت بارگاہ رسالت میں پیش کر کے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم یہ چارہ کم ڈالتا ہے لیکن کام زیادہ لیتا ہے تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اعرابی کو سمجھایا اسے چارہ پورا ڈالو اور کام بھی پورا لیا کرو۔

# سنت نبوی اور جدید تحقیق

مولانا محمد شہزاد قادری ترابی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پانی اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے۔جس کے بغیر آدمی کا زندہ رہنا مشکل ہے۔ پانی کی قدر و قیمت وہاں محسوس ہوتی ہے جہاں پانی نہیں ملتا۔ پانی ہر کوئی استعمال کرتا ہے۔ اگر ہم اپنے آقا و مولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کے مطابق اسے استعمال کریں تو اس کا استعمال بھی ثواب سے خالی نہ ہوگا۔ اب احادیث کی روشنی میں پانی پینے کی سنتیں اور اس پر تحقیق ملاحظہ فرمائیے۔

## بیٹھ کر پانی پینا اور جدید تحقیق

حدیث شریف: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے کھڑے ہو کر پانی پینے سے منع فرمایا (ابن ماجہ جلد دوم)

جدید تحقیق: کھڑے ہو کر پانی پینے میں چند دشواریاں آتی ہیں۔ پہلی تو یہ کہ اس سے پوری طرح آسودگی نہیں ہوتی۔ دوسری یہ کہ اس سے پانی معدے میں اتنی دیر نہیں ٹھہرتا کہ جگر سے اعضاء تک ان کا حصہ پہنچ سکے۔ تیزی کے ساتھ معدے کی طرف آتا ہے۔جس سے خطرہ رہتا ہے کہ اس کی حرارت سرد پڑ جائے اور اس میں پیچیدگی پیدا ہو جائے۔ بہر حال ان سب طریقوں سے پانی پینے والے کو نقصان پہنچتا ہے۔ اگر اتفاقاً یا بوقت ضرورت ایسا ہو بھی جائے تو کوئی مضائقہ نہیں اور جو لوگ کھڑے ہو کر پانی پینے کے عادی ہوں تو ان کا معاملہ دیگر ہے اس لئے کہ یہ عادتیں طبیعت ثانیہ بن جاتی ہیں۔

کھڑے ہو کر پانی پینے سے پاؤں پر ورم کا خطرہ رہتا ہے اور اگر پاؤں پر ورم آنا شروع ہو جائے تو جسم کے تمام حصوں پر ورم کا خطرہ رہتا ہے اور کھڑے ہو کر پانی پینے سے استسقاء ہو جاتا ہے جو کہ ایک بیماری ہے۔جس میں مریض کا تمام بدن پھول جاتا ہے۔

## تین سانس میں پانی پینا اور جدید تحقیق

حدیث شریف: سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اونٹ کی طرح ایک ہی سانس میں پانی مت پیو بلکہ دو یا تین مرتبہ (سانس لے کر) پیو اور پینے سے قبل بسم اللہ پڑھو اور فراغت پر الحمد للہ کہا کرو۔ (ترمذی شریف)

جدید تحقیق: اگر تین سانس میں پانی نہ پیا جائے تو مندرجہ ذیل بیماریاں پیدا ہو سکتی ہیں۔

☆ ...پانی سانس کی نالی میں جا کر نظام تنفس میں اٹک جاتا ہے۔جس سے بعض اوقات موت واقع ہونے کا خطرہ لاحق ہو جاتا ہے۔

☆ ...اس کا زیادہ نقصان دماغ کے پردوں پر پڑتا ہے کیونکہ پانی کی لہریں دماغ کے پردوں کے ساتھ تعلق رکھتی ہیں۔ دماغ میں فلوئڈ ہے

اس کی نسبت پانی سے ہے۔ اگر آہستہ آہستہ پانی پیا جائے تو مضر اثرات کبھی بھی دماغ پر نہیں پڑیں گے۔

☆ معدے میں فوراً زیادہ مقدار میں پانی چلا جائے تو اس کی اندرونی کیفیت میں پھیلاؤ ہو جاتا ہے۔ اگر یہ پھیلاؤ اوپر کی سطح سے ہو تو دل اور پھیپھڑوں کے نقصان کا خطرہ رہتا ہے۔

## برتن میں سانس لینا اور جدید تحقیق

حدیث شریف: نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے برتن میں سانس لینے یا اس میں پھونکنے سے منع فرمایا ہے۔ (ابوداؤد جلد دوم)

جدید تحقیق: اگر پیالے میں سانس لیا جائے تو اس میں خطرہ ہوتا ہے کہ پانی سانس کی نالی میں چلا جائے اور سانس کی گھٹن کا باعث بنے۔ پانی کے اندر جراثیم داخل ہو جاتے ہیں۔ پانی میں سانس لینے سے خطرہ ہوتا ہے کہ پانی سانس کی نالیوں میں چلا جائے تو پھر دماغ اور ناک کے پردوں میں ورم کا باعث بن جاتا ہے۔

## کھلے برتن میں پانی پینا اور جدید تحقیق

حدیث شریف: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک شیشہ کا پیالہ تھا جس میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پانی پیا کرتے تھے۔ (ابن ماجہ جلد دوم)

جدید تحقیق: اگر انسان تنگ برتن میں پانی پیے تو دل کو فرحت نہیں ہوتی، کھلے برتن یعنی پیالے میں پانی پینا چاہیے۔

مشہور ریاضی دان فیثا غورث اپنی کتاب میں لکھتا ہے، پانی کھلے برتن میں، جوتا چمڑے کا اور آٹا جَو کا، یہ تینوں چیزیں مجھے مل جائیں تو میں آسمانوں کا حساب لگا سکتا ہوں۔

## سفید لباس اور جدید تحقیق

حدیث شریف: تاجدار کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا، تم خود بھی سفید لباس پہنو اور مُردوں کو بھی یہی کفن دو کیونکہ یہ سفید کپڑے اور بہترین لباس ہیں۔ (ترمذی، شمائل جلد دوم)

جدید تحقیق: رنگ اور روشنی کے ماہرین نے سفید لباس کو کینسر سے بچاؤ کا ذریعہ قرار دیا ہے حتیٰ کہ ماہرین کے کہنے کے مطابق جو سفید لباس پہنے گا تو اسے جلدی گلینڈ کا ورم، پسینے میں مسامات کا بند ہونا، پھپھوند کے امراض جیسی خطرناک اور تکلیف دہ بیماریاں نہیں ہوں گی۔ انہوں نے جلدی الرجی اور ہائی بلڈ پریشر کے شکار مریضوں کو ہمیشہ سفید لباس پہننے کا مشورہ دیا ہے کہ کروموپیتھی کے اصول کے مطابق سفید لباس دماغ اور جلد کا محافظ ہے۔

## عورتوں کے باریک لباس کے نقصانات اور جدید تحقیق

حدیث شریف: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جہنمیوں

کے دوگروہوں کو میں نے دیکھا (یعنی میرے بعد ظاہر ہوں گے ) کچھ لوگ ایسے ہوں گے جو بیلوں کی دموں کی طرح کوڑے لیے پھرتے ہوں گے جن سے وہ لوگوں کو ظلماً ماریں گے ایسی عورتیں ہوں گی جو کپڑے پہنے ہوئے بھی ننگی ہوں گی غیر مرد کو اپنی طرف مائل کرنے والی ہوں گی اس کی طرف مائل ہونے والی ہوں گی اور ان کے سر ایسے کھلے ہوئے ہوں گے جیسے بڑے بڑے اونٹوں کے جھکے ہوئے کوہان ہوتے ہیں۔ یہ عورتیں جنت میں داخل نہ ہوں گی اور جنت کی خوشبو بھی نہ سونگھیں گی، حالانکہ جنت کی خوشبو اتنی اتنی مسافت سے محسوس کی جاتی ہے۔(مسلم شریف جلد سوم)

## جدید سائنسی انکشافات

ڈاکٹر بیٹر کی وارننگ: مذکورہ ڈاکٹر روحانیت کا بڑا محقق ہے۔ لیڈ بیٹر کے مطابق جس لباس سے نسوانی جسم کی جھلک نظر آئے، اس جسم سے میں نے غلیظ اور نسواری لہروں کو نکلتے ہوئے دیکھا ہے۔

الیکٹرو لائٹ ریز کے نقصانات: سورج میں موجود الیکٹرو لائٹ ریز سخت گرمی میں جلد اور جسم کے لیے نقصان دہ ہوتی ہے۔ اگر لباس موٹا ہو تو یہ شعائیں جسم سے باہر رک جاتی ہیں۔ اگر لباس باریک ہو تو شعائیں جلد کو بہت زیادہ نقصان پہنچاتی ہیں۔

سبق: محترم حضرات! افسوس کے ساتھ یہ بات کہی جارہی ہے کہ آج کل عورتیں باریک لباس پہننے میں فخر محسوس کرتی ہیں۔ یہی نہیں بلکہ باریک لباس پہن کر باریک سا دوپٹہ گلے میں ڈال کر گلیوں اور بازاروں میں بے پردہ گھومتی ہیں، جس سے مردان کی طرف مائل ہوتے ہیں۔ انہیں عورتوں کے بارے میں حدیث مبارک میں فرمایا گیا کہ" کپڑے پہنے ہوئے ننگی عورتیں" کیونکہ باریک لباس میں جسم جھلکتا ہے۔ یہ ہمارے مردوں کا کام ہے کہ وہ عورتوں کو ان کاموں سے روکیں کہ عو" رت کی بے پردگی مرد کی بے غیرتی کی علامت ہے" باریک لباس اسلامی اور سائنسی دونوں اعتبار سے نقصان دہ ہے۔

## تنگ لباس کے نقصانات اور سائنسی تحقیق

تنگ لباس اور فزیالوجی: تنگ لباس سے لوکل مسلز مردہ اور کمزور ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ باہر کے مسلز میں جیسے حرکت ہوتی ہے ایسے ہی اندرونی باریک مسلز ہوتے ہیں اور ان میں بھی حرکت ہوتی ہے جیسا کہ سوئی اگر جلد کے اندر چلی جائے تو وہ ان باریک مسلز کی حرکت کی وجہ سے کہاں سے کہاں چلی جاتی ہے۔ جب تنگ لباس زیب تن کیا جاتا ہے تو ان باریک مسلز کو بہت نقصان پہنچتا ہے۔ ان کی حرکات رک جاتی ہیں جس سے ذہنی دباؤ اعصابی تناؤ اور کھچاؤ جیسے امراض پیدا ہو جاتے ہیں۔

سبق: تنگ لباس آج کل فیشن بن چکا ہے۔ تنگ لباس پہننے سے جسم کا ابھار نظر آتا ہے اور لوگوں کی نگاہیں اس طرف مائل ہوتی ہیں۔ تنگ لباس والی عورتوں کو دیکھ کر مرد کو شرم آجاتی ہے مگر عورتیں تنگ لباس پہن کر فخر محسوس کرتی ہیں بلکہ اس سے بے پردگی بھی ہوتی ہے اور اس کے سنگین جسمانی نقصان ہیں۔ بے پردگی سے اس کے ابھرے ہوئے حصے ظاہر ہوتے ہیں جو سخت گناہ ہے مگر اس بات کو نہیں سمجھتی۔

# ملفوظات حضور مفکر اسلام رحمۃ اللہ علیہ

مرتبہ: جناب علامہ ممنون آسوی صاحب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

☆ ... محبوبانِ خدا کے کمالات کے منکر اصل میں ان کے کمالات کے منکر نہیں بلکہ انہیں کمالات دینے والے "اللہ" کریم وقادر کے فیضان و کمال قدرت کے منکر ہیں۔

☆ ... اولیاء اللہ کی صحبت وغلامی کا سب سے بڑا سبب یہی ہے کہ بندہ ان کی کرامات وتصرفات کے آئینوں میں اللہ کی قدرت ورحمت کے جلوے دیکھتا ہے اور یوں ان کا ایمان تازہ ومضبوط ہوتا جاتا ہے۔

☆ ... اللہ والوں کے کمالات کی بنیاد ان کی عبدیت ہے۔ جس میں جتنی عبدیت، یقین محکم، عجز وانکسار، تواضع عبادت واطاعت توکل وتفویض رضا بہ قضا کا جذبہ ہوتا ہے اسی قدر وہ بلند ہوتا ہے۔

☆ ... اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے کسی انسان سے بھی محبت کرنا اللہ تعالیٰ کے ہاں پسندیدہ عمل ہے اور ایک دوسرے سے محض اللہ کے لیے محبت کرنے والے خود اللہ کے محبوب بن جاتے ہیں اور دنیا میں ایک انسان کے لیے اس سے بڑی سعادت اور کیا ہوسکتی ہے کہ رب کا محب ہی نہ ہو بلکہ محبوب بھی بن جائے۔ اطمینان قلب کے لئے ان احادیث شریفہ کا متن بھی دیکھ لیجیے۔

"اللہ تعالیٰ کو سب سے پسندیدہ عمل ہے کہ اللہ ہی کے لیے محبت کی جائے اور اللہ ہی کے لئے عداوت رکھی جائے"

"حضرت معاذ بن جبل کی روایت میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میری محبت ان کے لئے واجب ہوگئی، میری محبت ان کے لئے واجب ہوگئی جو میرے لئے ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں اور ایک دوسرے کے پاس میری وجہ سے بیٹھتے ہیں اور میرے لیے ایک دوسرے کی زیارت کرتے ہیں اور میرے لیے ایک دوسرے پر خرچ کرتے ہیں۔ (ص ۲۲۶)

☆ ... جس طرح اللہ تعالیٰ کو یہ بات تمام اعمال سے زیادہ پسند ہے کہ اسی کے لئے محبت کی جائے یوں ہی اسے یہ بات بھی از حد پسند ہے اس کے مقبولان بارگاہ کا وسیلہ اس کی بارگاہ میں پیش کیا جائے۔

قرب حاصل کرنا ہو تو بھی، گناہوں کی بخشش مطلوب ہو تو بھی، خاتمہ بالخیر چاہیے تو بھی، فتح ونصرت مقصود ہو تو بھی، بارش کی تمنا ہو تو بھی اور کثرت رزق کا سوال ہو تو بھی کتاب وسنت کے نصوص اس بات پر شاہد ہیں کہ اس قسم کی ساری نعمتیں ان کا دامن توسل تھام کر ملیں گی۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کو ان کے وسیلے کا حکم دیا ہے۔

"اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور اس کی طرف وسیلہ ڈھونڈو اور اس کی راہ میں جہاد کرو اس امید پر کہ فلاح پاؤ"۔

☆ ... خداوند کریم مسبب الاسباب ہے اور قادر مطلق بھی۔ وہ جس کو چاہے بغیر کسی سبب کے عطا فرما سکتا ہے یہ اس کی قدرت کاملہ کی دلیل ہے پھر بھی وہ اسباب کے ذریعے عطا فرمائے تو یہ اس کے مسبب الاسباب ہونے کا ثبوت ہے۔

# مقبول بارگاہ صوفی محمد مقبول علیہ الرحمہ

جناب صوفی اللہ رکھا چودھری صاحب (پی ایچ ڈی سکالر)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم (تیسری قسط)

## پاکستان کی طرف ہجرت۔

ہندوستان کے مسلمانوں نے آزاد مملکتِ پاکستان کے علان کی خبر سننے کے لئے بڑا اہتمام کیا اور اکٹھے ہو کر رات 12 بجے تک بیٹھے رہے۔ 14 اگست 1947ء کو رات 12 بجے ریڈیو پاکستان لاہور سے مصطفیٰ علی ہمدانی نے پاکستان کے قیام کی خبر نشر کی۔ پاکستان بننے کے اعلان پر ہندوستان کے مسلمانوں نے بڑی خوشیاں منائیں۔ جناب پیر سید جماعت علی محدث علی پوری رحمۃ اللہ علیہ قائداعظم کے ساتھی تھے اور پاکستان کی جدوجہد میں بڑی گرم جوشی کے ساتھ حصہ لیتے تھے۔ آپ نے ملکی آزادی کی نوید وصال سے کئی سال قبل سنادی تھی۔ جناب پروفیسر محمد حسین آسی رحمۃ اللہ علیہ انوار لاثانی میں لکھتے ہیں۔

> ''انگریزوں کے برصغیر سے انخلا سے قریباً آٹھ سال پہلے حضور کا وصال شریف ہوا اور اس سے بہت قبل ایک رات تہجد کے وقت آپ نے ملکی آزادی کی پیش گوئی فرمادی تھی۔'' (16)

ہندوستان میں مسلمان اس وقت ہندوؤں اور سکھوں کے روز بروز حملوں سے بڑے پریشان تھے۔ پاکستان کے اعلان کے وقت ضلع گورداسپور پاکستان کا حصہ تھا۔ بعد میں نہرو نے لارڈ ماؤنٹ بیٹن کے ساتھ ساز باز کر کے تحصیل شکر گڑھ کے علاوہ ضلع گورداسپور کو ہندستان کا حصہ قرار دے دیا۔ پہلے گورداسپور میں رہنے والے مسلمان باقی مسلمانوں کی طرح بڑے مطمئن اور خوش تھے ۔کیونکہ ان کا علاقہ پاکستان میں شامل تھا۔ پھر جب ریڈکلف ایوارڈ سنایا گیا تو پتہ چلا کہ یہ علاقہ ہندوستان میں شامل کر دیا گیا ہے تو یہ جان کر لوگ بڑے پریشان ہوئے۔ یہاں کے تمام مسلمانوں نے فوری طور پر ہندوستان چھوڑ کر پاکستان کی طرف ہجرت کرنے کا ارادہ کرلیا۔

سکھ اور ہندو جو صدیوں سے مسلمانوں کے گاؤں یا نزدیکی گاؤں میں رہنے والے تھے ان میں باہمی تعلقات اور دوستیاں تھیں۔ مگر قیام پاکستان کے اعلان کے بعد وہ مسلمانوں کے جانی دشمن بن گئے۔ وہ مسلمانوں کو ہر طرح سے نقصان پہنچانے کی کوشش کر رہے تھے۔ سکھ جتھے بنا کر مسلمانوں کے قافلوں پر حملے کر کے قتل وغارت کر رہے تھے۔

اس اعلان کے بعد ہر طرف عجیب ویرانی، پریشانی، دہشت اور خوف کا منظر تھا۔ لوگوں نے بیل گاڑیوں پر بغیر ترتیب کے اپنا سامان ڈالا۔ سامان کے اوپر بیوی اور بچوں کو بٹھایا اور پاکستان کی طرف سفر کا آغاز کر دیا۔ صوفی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر بہت سے لوگ قافلے بنا کر چل دیے۔ ہر قافلے کی حفاظت کے لئے تھوڑے تھوڑے مسلمان نوجوان لاٹھیاں اور شویاں لے کر قافلے کی

حفاظت کے لئے آگے آگے چل رہے تھے۔

اُن دنوں بادل بہت زیادہ برسے ہر طرف جل تھل ہو گیا۔جس وقت ان کا قافلہ دریائے راوی کے کنارے سے تھوڑا دور پہنچا تو پتا چلا کہ دریا میں طغیانی ہے۔طغیانی کی وجہ سے دریا عبور کرنا ممکن نہ تھا۔قافلے والوں کو یہ خبر بھی ملی تھی کہ آگے خطرہ ہے۔قافلہ دریا کے کنارے سے تھوڑی دور رک گیا۔اس وقت شام ہو رہی تھی اور آہستہ آہستہ اندھیرا چھا رہا تھا۔قافلہ رک گیا اور مہاجر جہاں جگہ ملی سو گئے۔نوجوان پہرہ دینے لگے۔آدھی رات کو سکھوں نے قافلے پر حملہ کر دیا۔قتل و غارت شروع ہو گئی اور ہر طرف چیخ و پکار سنائی دینے لگی۔مسلمان نوجوانوں نے ڈٹ کر مقابلہ کیا اور سکھ بھاگ گئے۔مہاجروں نے رات جاگ کر گزاری۔صبح کی روشنی ہوئی تو پتہ چلا مہاجروں میں سے کچھ لوگ شہید اور کچھ زخمی ہو گئے تھے۔شہید ہونے والوں کو دفن کیا اور اگلے دن تریموں پتن سے دریا کو عبور کر کے کوٹ نیناں کے نزدیک آ کے ہاتھ والے نلکے کو چلا کر سب نے پانی پیا اور پاکستان زندہ باد کے نعرے لگائے۔

صوفی صاحب رحمۃ اللہ علیہ بیوی بچوں کے ساتھ بکھور سے ہجرت کر کے پاکستان آئے اور تحصیل شکر گڑھ ضلع نارووال کے ایک گاؤں جو کوٹ نیناں اور شکر گڑھ کے درمیان ہندوؤں کا گاؤں (جہاں سے ہندو ہجرت کر کے جا چکے تھے) ''پھگواڑی ہندوواں'' تھا میں ٹھہر گئے اور ایک ہندو کے گھر میں رہنے لگے۔پھگواڑی ہندوواں میں تقریباً ایک مربع زمین الاٹ ہوئی۔صوفی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو گورنمنٹ ورنیکلر مڈل سکول پھگواڑی میں بطور ٹیچر ملازمت مل گئی۔بعد میں اسی سکول کو اینگلو مڈل کا درجہ دے دیا گیا اور پھر بعد ازاں اسے ہائی سکول کا درجہ دے دیا گیا۔اب وہ گورنمنٹ ہائی سکول پھگواڑی کے نام سے جانا جاتا ہے۔

پیر و مرشد کے جانشین پیر سید علی حسین شاہ صاحب نقش لاثانی رحمۃ اللہ علیہ بکھور کی طرح پھگواڑی میں بھی تشریف لاتے۔اُسی طرح صوفی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے گھر کئی کئی دن قیام پذیر ہوتے اور ارد گرد کے گاؤں کے لوگ پیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کے لئے حاضر ہوتے۔صوفی صاحب رحمۃ اللہ علیہ خاندانی ریت کو نبھاتے ہوئے آنے والوں مہمانوں کی بڑھ چڑھ کر خدمت کرتے۔صوفی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے بزرگوں کی طرح کبھی بھی کسی کو کھانا کھائے بغیر نہیں جانے دیتے۔

اللہ تعالیٰ نے صوفی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو بڑا نوازا تھا۔وہ خدمت خلق اور مخلوق خدا کی حاجت روائی کرتے تھے۔بہت لوگ ان کے پاس اپنی حاجات لے کر آتے،کسی کو پیسوں،کسی کو غلے کی ضرورت ہوتی تو آپ ان کی حاجت پوری کر دیتے اور اگر کسی کو دم کی ضرورت ہوتی تو بھی کر دیتے۔اللہ تعالیٰ نے ان کے دم میں بڑی شفا رکھی تھی۔کبھی کبھی لوگ سکول میں پڑھاتے ہوئے بھی آ جاتے۔صوفی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سکول میں کسی کے آنے کو اچھا نہیں سمجھتے تھے مگر آنے والے کو واپس نہ کرتے۔اللہ کے نیک بندے اس کی مخلوق کو مایوس نہیں کرتے اور اللہ تعالیٰ خود ان کی حفاظت فرماتا ہے۔اگر وہ خود کسی کی سخت گوئی کا جواب نہ دینا چاہیں تو پاس کوئی انسان بھی نہ ہو تو اللہ تعالیٰ جانوروں سے یہ کام لے لیتا ہے۔جیسا کہ مندرجہ ذیل واقع میں گھوڑی اپنے مالک کو مارنے کے لئے دوڑی اور صوفی صاحب کی اعلیٰ ظرفی کا اس بات سے پتہ چلتا ہے کہ خود اس کو منع فرماتے ہیں۔جناب سعید محمد عامر آسوی اپنی کتاب ''قبلہ عالم پروفیسر محمد حسین آسی

رحمۃ اللہ علیہ" میں اس واقع کو یوں بیان کرتے ہیں:۔

"کسی حاسد نے افسران بالا کو شکایت کر دی۔ چنانچہ ایک افسر گھوڑی پر سوار آ موجود ہوا اور گستاخانہ انداز سے پیش آنے لگا حالانکہ اخلاقاً و شرعاً آپ کا موقف سنا جانا چاہئے تھا۔ پھر یکا یک یہ ہوا کہ اس افسر کی گھوڑی اسے کاٹنے کے لئے آگے بڑھی، یہ صاحب بھاگ کھڑے ہوئے۔ اب یہ منظر تھا کہ وہ صاحب بھاگے پھر رہے تھے اور انہی کی گھوڑی ان کی جانی دشمن بنی پیچھے پیچھے تھی۔ بھاگتے بھاگتے گھوڑی ایک مرتبہ پھر پاس سے گذری تو آپ نے فقط اتنا فرمایا۔"اس نے تو گستاخی کی ہی تھی، تُو تو نہ کر"۔ چنانچہ اب گھوڑی نے اس کی جان بخشی اور وہ چلا گیا۔ (اس واقعہ کے راوی جناب یونس علی صاحب ولد میر زمان صاحب ولد فقیر محمد صاحب ساکن آدھوانہ ہیں)"

ماسٹر ذاکر حسین نمبر دار پھگواڑی ہندوواں نے بتایا کہ ایک دفعہ جناب ڈسٹرکٹ انسپکٹر صاحب سکولز سیالکوٹ انسپکشن کے لئے پھگواڑی سکول آئے۔ صوفی صاحب رحمۃ اللہ علیہ بچوں کو زمین پر بیٹھ کر پڑھا رہے تھے۔ اُس نے ہیڈ ماسٹر صاحب سے پوچھا کہ یہ ٹیچر کرسی کی بجائے زمین پر بیٹھ کر کیوں پڑھا رہا ہے۔ ہیڈ ماسٹر صاحب نے بتایا کہ یہ استاد درویش منش انسان ہیں۔ کتب کے ادب کے لئے کرسی پر نہیں بیٹھتے اور نہ ہی کسی شاگرد کو کتاب زمین پر رکھنے دیتے ہیں۔ وہ مطمئن ہو کر چلا گیا۔ ہیڈ ماسٹر صاحب بٹ صاحب اور اکھڑ مزاج کے آدمی تھے۔ مگر وہ صوفی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی بڑی عزت کرتے اور احترام سے پیش آتے۔

ان ہی کا کہنا ہے کہ اس میں کوئی شک نہیں کہ پروفیسر محمد حسین آسی صاحب رحمۃ اللہ علیہ بہت بڑے عالم تھے اور ان کا روحانی لحاظ سے بھی بڑا اُونچا مقام ہے۔ مگر ان کے والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی بات ہی کچھ اور تھی۔ انہوں نے بتایا کہ فیروز دین کھوارا صوفی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت کیا کرتا تھا۔ صوفی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو ایسا نوازا کہ وہ اَن پڑھ ہونے کے باوجود اردو اور فارسی میں شعر کہا کرتا تھا اور صوفیوں کا راز آشنا بھی تھا جس کی گواہی صوفی شاعر دائم اقبال دائم کی کتاب سسی کے ایک شعر سے ملتی ہے۔ شعر ملاحظہ کیجیے۔

نور چشم ہے اکبر، حفیظ احمد موجاں وچ پھگواڑی دے ماردا اے

لجاں والا درویش فیروز دائم راز جیہڑا درویشی دے جان دا اے

صوفی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی طبیعت نہایت سادہ تھی۔ وہ ہمیشہ سلام میں پہل کرتے تھے۔ کئی دفعہ شاگرد سلام میں پہل کرنے کی کوشش کرتے مگر ناکام رہتے۔ جناب سعید محمد عامر آسوی اپنی کتاب "قبلہ عالم پروفیسر محمد حسین آسی رحمۃ اللہ علیہ" میں رقمطراز ہیں

"والد محترم جناب غلام محمد صاحب جن کو آپ کی شاگردی کا شرف حاصل ہوا نہایت عقیدت سے آپ کے مشفقانہ وجداگانہ طرز تدریس کو بیان کیا کرتے۔ ہمیشہ سلام کرنے میں پہل کرتے، آپ کے کئی شاگرد بیان کرتے ہیں کہ بہت دفعہ سلام میں پہل کرتے آپ کے کئی شاگرد بیان کرتے ہیں کہ بہت دفعہ ہم نے نیت کی کہ سلام کرنے میں آج ہم پہل کریں گے لیکن کبھی کامیابی نہ ملی۔" (18)

# لمس الطبیب من طب الحبیب

پیر سائیں غلام رسول قادری نقشبندی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔انسانی بدن میں ایک لوتھڑا ہے جب وہ ٹھیک ہوتا ہے تو سارا بدن ٹھیک ہوتا ہے اور جب وہ بگڑتا ہے تو سارا بدن بگڑ جاتا ہے۔خبردار وہ لوتھڑا قلب ہے (مسلم شریف حدیث:۴۰۹۴، بخاری شریف، ترمذی شریف، ابن ماجہ)

طبی لحاظ سے جو حالت قلب کی ہوتی ہے وہی حالت پورے بدن کی ہوتی ہے۔یہی وجہ ہے کہ اطباء کرام نبض کے ذریعے قلب کی حالت معلوم کر کے مرض کا پتہ چلا لیتے ہیں۔

انسانی جسم پانی، مٹی، آگ اور ہوا سے بنا ہے۔پانی سے بلغم، مٹی سے سودا، آگ سے صفرا اور ہوا سے خون پیدا ہوتا ہے۔ہر مرض انہی چار اخلاط میں سے کسی ایک کے بگاڑ سے پیدا ہوتا ہے۔نبض کا علم ایک بحر بے کراں ہے مگر اس کا مفرد علم یہ ہے کہ سست، گہری، چھوٹی، اور عریض نبض بلغم پر۔تیز، باریک، طویل اور صلب نبض سودا پر۔معتدل نبض صفرا پر اور مشرف و ممتلی نبض خون پر دلالت کرتی ہے۔

کلونجی: حدیث شریف میں ہے کہ کلونجی موت کے سوا ہر مرض کا علاج ہے۔(بخاری شریف، مسلم شریف، ترمذی شریف، ابن ماجہ شریف)

اولاً کلونجی تمام بلغمی امراض کا براہ راست علاج ہے اور ہر مرض ابتدائی طور پر بلغمی ہی ہوا کرتا ہے۔ثانیاً یہ سودا کو خارج کرتی ہے۔ میٹھے شربت یا عرق سونف میں ابال کر دی جائے تو یہ تمام صفراوی امراض میں مفید ہے۔خون کو صاف کرتی ہے اور چہرے کو نکھارتی ہے۔یہ سب باتیں کتب مفردات میں درج ہیں۔ثالثاً کلونجی کو پیس کر شہد میں اس کی معجون بنالی جائے تو یہ معدہ کے تمام امراض کا علاج ہے۔یہ نسخہ حکیم جالینوس کا ہے اور تمام امراض کی بنیاد معدے کی خرابی سے پڑتی ہے۔اس لیے کہ اخلاط کی تیاری یہیں سے شروع ہو جاتی ہے۔

حدیث شریف میں ہے کہ معدہ بدن کا حوض ہے اور نالیاں اسی میں آ کر گرتی ہیں۔جب معدہ صحیح ہو تو نالیاں (عروق) صحت مند مواد لے کر یہاں سے نکلتی ہیں اور اگر معدہ خراب ہو تو نالیاں بیمار اجزا لے کر نکلتی ہیں۔(شعب الایمان للبیہقی حدیث:۵۷۹۶)

بیماری معدے میں جنم لیتی ہے اور اس کا حتمی اثر جگر، دماغ اور عروق میں سے گزرنے کے بعد قلب پر ظاہر ہوتا ہے۔رابعاً بعض ایلو پیتھک ڈاکٹروں اور یونانی اطباء کے نزدیک ہر مرض جنسی کمزوری سے جنم لیتا ہے۔کلونجی اپنے خاصہ اور مزاج (خشک گرم) کے لحاظ سے جنسی امراض کا بہترین علاج ہے۔خامساً مرکب عوارض کی صورت میں مختلف علامات کو ایک دوا کے تحت لاتے ہوئے کلونجی تجویز کی جا سکتی ہے۔لہٰذا یہ حدیث حق ہے۔

کلونجی کا طریقہ استعمال جاننا بہت ضروری ہے۔یہ کم مقدار میں حیض کو روکتی ہے اور زیادہ مقدار میں حیض کو جاری کرتی ہے۔اس کا روغن محلل اورام اور مسکن اوجاع ہے۔خارش، برص اور دردِ سر میں مفید ہے۔زندہ یا مردہ بچے کو پیٹ سے نکالتی ہے۔دردِ سینہ، قے، غثیان،

کھانسی میں مفید ہے۔ سرکہ کے ہمراہ پیٹ کے کیڑے خارج کرتی ہے۔ شکنجبین کے ہمراہ چوتھیا بخار کا علاج ہے۔ مدر بول ہے اور گردہ مثانہ کی پتھری کو خارج کرتی ہے۔ ابتدائی موتیا میں اس کا سرمہ مفید ہے۔ اس کی کلیاں کرنے سے دانتوں کے درد کو آرام ملتا ہے۔ یہ سب باتیں مفردات کی کتابوں میں درج ہیں۔

کلونجی پیس کر دس گنا روغن زیتون میں جلا کر چھان لیا جائے تو یہ روغن ۳،۴ قطرے ناک میں ڈالنے سے پرانا زکام ٹھیک ہو جاتا ہے۔

شہد: حدیث شریف میں ہے: تین چیزوں میں شفا ہے۔ پچھنے لگوانے میں، شہد میں اور داغ دینے میں، اور میں اپنی امت کو داغ دینے سے منع کرتا ہوں۔ (بخاری، ابن ماجہ)

نیز یہ فرمایا کہ جو آدمی ہر ماہ تین دن صبح شہد پئے اسے کوئی بڑا مرض نہ لگے گا۔ (ابن ماجہ)

ایک مرتبہ ایک آدمی نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم میرے بھائی کو دست لگے ہیں۔ فرمایا اسے شہد پلاؤ۔ اسے شہد دیا گیا تو اس کے دست بڑھ گئے۔ اس آدمی نے تین بار آ کر یہی شکایت کی۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اللہ نے سچ فرمایا ہے اور تیرے بھائی کے پیٹ سے جھوٹ بولا ہے۔ اسے چوتھی مرتبہ بھی شہد ہی پلایا گیا تو وہ ٹھیک ہو گیا۔ (مسلم، بخاری، ترمذی)

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فیہ شفاء للناس یعنی شہد میں لوگوں کے لئے شفا ہے۔ (النحل:۶۹)

حیرت کی بات ہے کہ شہد تمام اخلاط کے امراض میں نافع ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کوئی ایسا معجون، اطریفل یا جوارش نہیں ہے جس میں شہد نہ پڑتا ہو۔ اس کے ساتھ ساتھ یہ دنیا کا بہترین ٹانک بھی ہے۔ آنکھوں کے امراض میں سلائی سے لگانا یا سرمہ میں ملانا مفید ہے۔ جسم کے زخموں کو مندمل کرتا ہے۔ اسے خطرناک اور لاعلاج زخموں پر لگایا گیا اور شفا ہو گئی۔

ایلوپیتھک نظریے کے مطابق ہر بیماری کمزوری سے جنم لیتی ہے۔ یہ بات طب میں بھی مسلم ہے کہ قوت مدافعت کے کم ہو جانے سے ہی بیماری غالب آیا کرتی ہے۔ چونکہ شہد ایک زبردست ٹانک بھی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اکیلے شہد کا استعمال یا دوسری دواؤں کے ساتھ بطور معاون اس کا استعمال شفا کی راہیں ہموار کرتا ہے۔ ایلوپیتھی کا ایک مشہور ٹانک (Lederplex) ہے جس میں شہد کا استعمال ہوتا ہے۔ شہد کا مزاج گرم تر ہے۔ یہی ایک صحت مند آدمی کا مزاج ہوا کرتا ہے۔ شیخ اکبر حضرت محی الدین ابن عربی علیہ الرحمہ نے طریقت والوں کو گرم تر غذائیں کھانے کا مشورہ دیا ہے۔ (التدبیرات الالھیہ لاصلاح المملکۃ الانسانیہ للشیخ الاکبر قدس سرہ)

سنا مکی: حدیث شریف میں ہے کہ اگر کسی چیز میں موت کا علاج ہوتا تو وہ سنا مکی تھی۔ (ترمذی، ابن ماجہ، مسند احمد)

کتب مفردات میں ہے کہ سنا مکی تینوں اخلاط کو خارج کرتی ہے۔ یہ زبردست ملین (قبض کشا) ہے۔ کالی مرچ ا تولہ، ٹھیکری نوشادر 1/2 تولہ، سنڈھ 5 تولہ، سنا مکی 10 تولہ باریک پیس لیں۔ مقدار خوراک 1 تا 3 ماشہ صبح، دوپہر، شام ہمراہ پانی۔

یہ دوا بدہضمی، گیس، قبض، یرقان، عظم جگر (Hepatitus)، بواسیر، ٹی بی، رسولی، جوڑوں کا درد، استسقاء، ہسٹیریا، صلابت رم، دمہ، بند نزلہ، کھانسی، دل کے امراض، مالیخولیا، جنون یا پاگل پن، سوزاک، تقطیر البول، بندش بول، آنتوں کے ورم، ہرنیاں، ورم اعور زائدہ (اپنڈے سائٹس)، مروڑ، خونی پیچش وغیرہ کا زبردست علاج ہے۔ یہ نسخہ پاک و ہند کے بے شمار اطباء کے مطب میں ہمیشہ تیار رہتا ہے۔ اگر اس دوا کے ساتھ شہد کا استعمال کیا جائے تو یہ سونے پر سہاگہ ہے۔ لہذا یہ حدیث شریف بالکل حق ہے۔

اہم بات: ایک اہم بات یہ ہے کہ آج تک کوئی طب جسمانی مشینری اور اس کی اصلاح کا مکمل احاطہ کرتے ہوئے کوئی حرف آخر نہیں کہہ سکی۔ ادویہ کی گروپ بندی کے قاعدے محل استقرائی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ایک طب کے نزدیک ہرڑ (ہلیلہ) سودا کو پیدا کرتی ہے تو دوسری کے نزدیک سودا کو خارج کرتی ہے۔ نیز بعض ادویہ اپنے مزاج کی وجہ سے اثر دکھاتی ہیں اور بعض اپنے خاصہ کی وجہ سے عمل کرتی ہیں۔ اور کبھی اپنی مقدار کی وجہ سے راست یا معکوس اثر دکھاتی ہیں۔ اس لیے ایلوپیتھی، ہومیوپیتھی اور طب یونانی کی گروپ بندیوں میں بھی فرق ہے جبکہ شفا تینوں طریقوں سے حاصل ہو رہی ہے۔ لہذا خالق حقیقی کی زبان میں بات کرنے والی ہستی کی بتائی ہوئی کوئی دوا انسانی گروپ بندیوں میں نہ بھی آتی ہو تو چپ چاپ تسلیم کر لینے میں ہی بہتری ہے۔ یہاں تو الحمدللہ طب نبوی کی ادویہ کو انسانی قواعد بھی پوری طرح قبول کر رہے ہیں اور ہمارا تجربہ بھی پوری پوری تصدیق کر رہا ہے۔ ان هو الا وحی یوحی۔

دیگر ادویہ: احادیث میں ذات الجنب کا علاج عود ہندی، زیتون، قسط بحری اور بخار کا علاج پانی بیان ہوا ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ آج ایلوپیتھی بخار کا علاج ٹھنڈے پانی اور برف سے کرنے لگ گئی ہے۔

حق تو یہ ہے کہ دنیائے طب کے پاس آقائے دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی صرف مسواک کا ہی جواب نہیں ہے۔ مذکورہ بالا تمام احادیث مشکوۃ شریف کے باب الطب والرقی میں ہیں جو صفحہ ۳۸۷ سے شروع ہوتا ہے۔ ''معدہ بدن کا حوض ہے'' اس حدیث شریف کے پیش نظر آداب طعام پر مخصوص نوٹ پیش خدمت ہے۔

آداب طعام: کھانے سے پہلے اور بعد میں ہاتھ دھونے اور کلی کرنے سے غذائی زہر آلودگی سے بچا جا سکتا ہے۔ کھانا ٹھنڈا کر کے کھانا بسیار خوری اور گیس کا علاج ہے۔ کھانے کے دوران پانی کم سے کم پینا چاہیے تاکہ معدہ اپنی حدت سے کھانے کو تحلیل کر سکے۔ سرید بنا کر (روٹی کے ٹکڑے کر کے شوربے میں ڈال کر) کھانے سے معدہ مشقت سے بچ جاتا ہے۔ ہریسہ (سالن میں مختلف قسم کے غلے ملا کر پکایا ہوا کھانا، جیسے حلیم ہوتا ہے) ایک زود ہضم اور طاقتور غذا ہے۔ دایاں گھٹنا کھڑا کر کے کھانا اپنڈیکس نہیں ہونے دیتا۔ اکڑوں بیٹھ کر کھانے سے پیٹ نہیں بڑھتا اور گیس نہیں بھرتی۔ ٹیک لگا کر کھانے سے بدہضمی ہوتی ہے۔ کھانا اس وقت کھانا چاہیے جب سخت بھوک لگے اور ابھی بھوک باقی ہو تو کھانا بس کر دینا چاہیے۔ آٹا چھان کر نہیں پکانا چاہیے ورنہ قبض رہنے لگتا ہے۔ یہ سب باتیں احادیث اور اقوال مشائخ سے ماخوذ ہیں۔

حضرت شیخ اکبر قدس سرہ فرماتے ہیں کہ:

ایاک والبطنة فانها تذهب بالفطنة یعنی پیٹ بھر کر کھانے سے بچو، اس سے ذہانت ختم ہو جاتی ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے علی! نمکین چیز سے کھانا شروع کر اور نمکین پر ہی ختم کر۔ بے شک نمک ستر امراض کا علاج ہے۔ ان میں جنون، جذام، برص، دانتوں کا درد اور پیٹ کا درد شامل ہیں۔ (الوصیہ، رسائل ابن عربی صفحہ ۴۱۰ للشیخ الاکبر قدس سرہ) پھر بھی اگر معدے کے علاج کی ضرورت محسوس ہو تو کلونجی میں شہد ملا کر کھانا معدے کے تمام امراض کا شافی علاج ہے۔

اس کے علاوہ بے شمار ادویہ کا تفصیلی ذکر کتب حدیث کے ابواب الطب میں اور طب نبوی کی کتب میں ملتا ہے۔ یہ تو محض ایک ٹکڑا تھا جو بحر شفاء سے اچھلا اور طبیب کے کشکول میں آ گرا۔

**نفسیاتی مسائل کا حل:** بے شمار نفسیاتی الجھنوں کا واحد علاج یہ ہے کہ انسان ہر حال میں نارمل رہنے کی کوشش کرے۔ قبیلہ عبدالقیس کا وفد جب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پاس مدینہ شریف میں پہنچا تو وفد کے سب لوگ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی طرف بھاگ پڑے۔ مگر ان کا سردار منذر ان کی سواریوں کے پاس کھڑا رہا۔ اس نے اپنی اونٹنی کو آرام سے باندھا، اچھا لباس پہنا اور سب سے آخر میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اسے فرمایا:

**ان فیک لخصلتین یحبھما اللہ الحلم و الاناۃ** یعنی تمہاری دو عادتیں ایسی ہیں جو اللہ کو پسند ہیں، حلیمی اور آہستگی۔

(مسلم حدیث ۱۱۷، ترمذی حدیث: ۲۰۱۱، ابن ماجہ حدیث: ۴۱۸۸، مسند احمد حدیث: ۱۱۱۸۱)

جو لوگ واقعات و حوادث کو نارمل نہیں لیتے وہ جلد بازی میں پڑ کر سارا کام خراب کر لیتے ہیں۔ نارمل نہ لینے سے ہی غصہ آتا ہے۔ نارمل نہ لینے سے ہی حسد آتا ہے۔ نارمل نہ لینے سے ہی خوف آتا ہے۔ نارمل نہ لینے سے ہی احساس کمتری، احساس برتری اور تکبر پیدا ہوتا ہے۔ نارمل نہ لینے سے ہی دل کا دورہ پڑ سکتا ہے۔ نارمل نہ لینے سے ہی انسان پاگل ہو جاتا ہے۔ نارمل نہ لینے سے ہی لوگ خودکشی کر لیتے ہیں۔ نارمل نہ لینے سے ہی طلاق، لڑائی اور قتل کی نوبت آتی ہے۔ نارمل نہ لینے والے لوگ ہی راتوں رات امیر بننے کے چکر میں آئے دن اپنا کاروبار تبدیل کرتے اور نقصان اٹھاتے رہتے ہیں۔

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ آخرت کے امور کے سوا ہر معاملے میں سرد مزاجی بہتر ہے۔ اس موضوع پر مشکوۃ شریف صفحہ ۴۲۹ پر "الحذر و التانی فیا لامور" کے نام سے پورا باب موجود ہے۔

ذہنی انتشار، بے سکونی، حافظے کی کمزوری، قوت فیصلہ کی کمی اور گیس کا علاج اللہ کا ذکر اور مراقبہ ہے۔

**مراقبے کا طریقہ:** یہ ہے کہ صبح کی نماز سے پہلے یا بعد خالی پیٹ قبلہ رخ التحیات کی حالت یا چار زانو بیٹھ جائیں۔ زبان کو تالو سے لگا لیں۔ گردن کو دل کی طرف جھکا لیں (سینے میں بائیں پستان کے نیچے دل ہوتا ہے)۔ زبان سے کچھ نہ پڑھیں اور یہ تصور کریں کہ دل اللہ اللہ کر رہا ہے اور آپ سن رہے ہیں۔ یہ مراقبہ روزانہ دس پندرہ منٹ تک کرنا چاہیے۔

# نکاح میں صحت عقیدہ کی اہمیت

جناب شبنم کمالی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جس دور میں ہم اور آپ زندگی کے ایام گزار رہے ہیں نکاح کا معاملہ عام طور پر بالکل غیر شرعی رنگ وروپ اختیار کر چکا ہے۔ وہ شخص جسے اللہ تعالی نے بیٹیاں عنایت کی ہیں شب وروز اسی فکر میں ڈوبا ہوا نظر آتا ہے کہ ان کی شادی کے سلسلے میں دلہا کو سلامی (غیر مسلموں کی بولی میں تلک) کی رقم جو ضابطہ لڑکے والوں کی طرف سے مقرر ہوتی ہے کہاں سے ادا کروں گا۔ کپڑوں کی قیمت کہاں سے آئے گی۔ ٹی وی، گھڑی، کار، موٹر سائیکل، فریج خرید کر کہاں سے دے سکوں گا۔ بیٹی کے جہیز کے سامان اور جملہ لوازمات جن کی فہرست باضابطہ لڑکوں کے متعلقین کی طرف سے ترتیب دی جاتی ہے ان کی انجام دہی کہاں سے ہو سکے گی۔ پھر اسے اس معاملہ میں کچھ سہولیات نظر آئی تو اس اہم فریضہ سے سبکدوش ہو جاتا ہے۔

لڑکے کی معاشی حالت، ذریعہ معاش یا مستقبل میں معاش کی صورت بس یہی چیزیں مطلوب نظر اور مقصود عمل ہوتی ہیں۔ اسی طرح لڑکوں والا باپ بھی اسی فکر اور دھن میں سرگرداں نظر آتا ہے کہ آمدنی میں مفت کا مال کدھر سے ہاتھ آئے گا۔ کون بیٹی والا زیادہ سے زیادہ رقم اور جہیز ادا کر سکے گا۔ جدھر سے اسے خاطر خواہ رقم ملی بس اسی کے ہاتھ اپنے بیٹے کو بیچ دیا اور لڑکی کو دلہن بنا کر گھر میں لے آیا۔ گویا لڑکوں والے کی نظر محض حصول دولت پر ہوتی ہے اور نکاح میں دولت دنیا کی حیثیت یہی درجہ اول کی ہے۔ باقی چیزیں غیر ضروری سمجھی جاتی ہیں۔ اس قسم کی شادی یا نکاح کا انجام عموماً اختلاف ونزاع اور آخر میں طلاق تک پہنچ جاتا ہے۔ شریعت مطہرہ نے نکاح کا جو مقصد رکھا ہے وہ فوت ہو کر رہ جاتا ہے۔ پھر ایسا نکاح رحمت کی جگہ زحمت اور برکت کے بدلے نحوست ثابت ہوتا ہے اور ایسا کیوں نہ ہو؟ راہ شریعت سے انحراف اور غیر قوموں کی تقلید کے جو برے نتائج ہو سکتے ہیں ان سے دنیا میں تو کچھ کم لیکن آخرت میں زیادہ سے زیادہ مصیبتوں کا سامنا کرنا پڑے گا۔

رسول مکرم صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے، جس کو امام مسلم رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے حضرت عبداللہ بن عمرو سے روایت کیا ہے:

**الدنیا کلھا متاع و خیر متاع الدنیا المراۃ الصالحۃ**

دنیا تمام پونجی ہے اور دنیا کی بہترین پونجی نیک عورت ہے۔

نکاح میں انتخاب: نکاح میں اصل چیز جو مرد اور عورت میں دیکھنے کی ہے، جس پر والدین کی خصوصیت کے ساتھ نگاہ ہونی چاہیے وہ مرد اور عورت کا نیک ہونا ہے۔ شریف النفس، کریم الطبع، حسن اخلاق کے ساتھ دین داری اور پرہیز گاری پر نظر رکھنا لازمی ہے اور ان تمام چیزوں میں سب سے بڑھ کر صحت عقیدہ اور مذہب حقہ کا اعتبار درجہ اول میں ہونا چاہیے۔ کیونکہ بدعقیدہ اور بدمذہب انسان کبھی دیندار نہیں ہو سکتا۔ عام طور پر مسلمان اس سے غافل نظر آتے ہیں اور اس کی اہمیت پر نگاہ نہیں رکھتے حالانکہ اس سے غفلت کتنی خرابیوں، تباہیوں اور ہولناکیوں کو سامنے لاتی ہے۔ ملاحظہ کیجئے اللہ عزوجل کا فرمان مقدس ہے۔

**و اما ینسینک الشیطٰن فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظلمین۔**

اگر شیطان تجھے بھلادے تو یاد آنے کے بعد ظالموں کی قوم کے ساتھ مت بیٹھ۔

ایمانی نگاہ میں بدمذہب اور فاسد عقیدہ رکھنے والوں سے زیادہ ظالم کون ہے اور نکاح کی صحبت دائمہ سے بڑھ کر کون سی صحبت ہو سکتی ہے۔ اگر وہ مرد جس سے نکاح ہوا بدمذہب ہے تو اس کی جانب سے عورت ضرور نہ دیکھنے والی چیزوں کو دیکھے گی اور نہ سننے کے قابل چیزوں کو سنے گی۔ پھر انکار پر اس کو قدرت بھی نہیں ہوگی۔ مسئلہ یہ ہے کہ اپنے اختیار سے سے کسی ایسی جگہ جانا حرام ہے جہاں سے منکر ہو اور انکار نہ ہو سکے اور یہاں تو ایک مجبور اور محروں عورت کے لیے ہمیشہ کے واسطے روحانی اذیت اور ذلت و رسوائی کا سامان پیدا کرنا ہے۔

قرآن حکیم کے دوسری آیت بھی سامنے رکھئے باری تعالی ارشاد فرماتا ہے۔

**ومن آیاته ان لخلق لکم من انفسکم ازواجالتسکنوا الیھاوجعل بینکم مودة ورحمة**

اللہ تعالی کی نشانیوں سے ہے کہ اس نے تمہیں میں سے تمہارے جوڑے بنائے تا کہ تم ان سے مل کر چین پاؤ اور اللہ نے تمہارے آپس میں دوستی اور محبت رکھی۔

اس آیت کریمہ سے یہ بات ثابت ہے کہ خود خالق کائنات نے شوہر اور بیوی کے درمیان وہ عظیم رشتہ مقرر فرمایا ہے جو خود بخود آپس میں انس ومحبت اور الفت و رافت کو پیدا کرتا ہے۔

مزید تشریح کے لیے حضور سرور عالم صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم کی اس حدیث کو دیکھئے جسے ابن ماجہ اور حاکم نے حضرت محمد عبداللہ بن جحش رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت کیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ان للزوج من المراة لشعبة ما ھی لشیء

یہ حدیث بالکل صاف صاف بتارہی ہے کہ عورت کے دل میں جو بات شوہر کی ہوتی ہے وہ کسی کی نہیں ہوتی اور بدمذہب کی محبت اس کے لیے زہر قاتل ثابت ہوگی کیونکہ وہ بھی اسی رنگ میں پوری طرح رنگ جائے گی۔ پھر اس کے ایمان واسلام کے لئے یہ کتنی تباہی کی بات ہوگی ارشاد خداوندی ہے

**ومن یتولھم منکم فانه منھم.** ترجمہ: تم میں سے جو ان سے دوستی رکھے گا وہ انہیں میں سے ہے۔

امام بخاری اور امام مسلم نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت کی ہے سرکار دوعالم صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

**المراء منع من احب** یعنی آدمی کا حشر اسی کے ساتھ ہوگا جس سے وہ محبت رکھتا ہو۔

مسلم شریف کی یہ روایت جس میں گمراہوں۔ بدمذہبوں سے متعلق تاکید کرتے ہوئے نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

**ایاکم وایاھم لا یضلونکم ولا یفتنونکم**

ترجمہ: گمراہوں سے تم خود دور رہو اور اپنے سے دور رکھو وہ تم کو گمراہ نہ کردیں اور تم کو فتنہ میں نہ ڈال دیں۔

کہاں تو حدیثوں میں گمراہوں، بدمذہبوں اور برے لوگوں کی صحبت وہم نشینی سے خود بچنے اور ان سے دور رہنے کا حکم دیا گیا ہے اور کہاں یہ عالم کہ اپنی بیٹی ایسے شخص کی زوجیت اور رفاقت میں دے دی جائے جب کہ یہ اچھی طرح معلوم ہے کہ عورت میں قبول وانفعال کا مادہ زیادہ ہوتا ہے۔ وہ نرم دل ہوتی ہے۔ پھر خود سرکار دوعالم صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد گرامی سے واضح ہے کہ عورتیں دین اور عقل کے اعتبار سے ناقص ہوتی ہیں۔ پھر یہ بھی معلوم ہے کہ شوہر بیوی کا حاکم ہوتا ہے۔ **الناس علیٰ دین ملوکھم** یعنی لوگ اپنے مالکوں کے طریقوں پر ہیں۔ پھر اس سے بھی اچھی طرح واقفیت کہ عورتوں میں شوہر کی محبت لازمی ہوتی ہے اور سنن ابی داؤد کی حدیث میں ابودرداء رضی

اللہ عنہ کی روایت سے سرکار نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان واضح ہے کہ شے کی محبت اندھا اور بہرا کر دیتی ہے۔ حبک الشيء يعمي ويصم . بے شک اور بے شبہ جان بوجھ کر بیٹی کے حق میں کانٹے بوتا ہے اور اسے ہلاکت وتباہی کی گود میں ڈال دیتا ہے۔

مردوں کی حاکمیت: قرآن حکیم میں اللہ عزوجل کا ارشاد ہے۔

الرجال قوامون على النساء بما فضل الله بعضهم على بعض.

مرد عورتوں پر حاکم اور مسلط ہیں اس وجہ سے کہ اللہ نے ایک کو دوسرے پر (ان کے بعض کو بعض پر) فضیلت دی ہے۔

حاکم نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے یہ حدیث روایت کی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اعظم الناس حقا على المرئة زوجا. عورت پر سب سے بڑھ کر حق اس کے شوہر کا ہے۔

یہ حدیث بہت مشہور ہے جس کی روایت ابوداؤد، حاکم، احمد، ترمذی، ابن ماجہ، ابن حبان وغیرہم نے مختلف صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے کی ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

''اگر میں کسی کو حکم کرتا کہ وہ غیر خدا کو سجدہ کرے تو میں عورتوں کو ضرور حکم کرتا کہ وہ اپنے شوہروں کو سجدہ کریں''

ان مذکورہ بالا حدیثوں سے شوہروں کے حقوق اور ان کی حاکمیت کا پتہ چلتا ہے جن کی ماتحتی میں یا زیر حکومت عورتوں کو زندگی کے شب وروز گزارنا ہے۔ پھر یہ بات بالکل واضح ہے کہ عورت تابع اور محکوم رہ کر اپنی مرضی کے موافقت اور اپنے عقیدہ متحدہ کے مطابق مشکل ہی سے زندگی بسر کر سکے گی۔ ایک نہ ایک دن اسے اپنے شوہر کے رنگ میں اپنے آپ کو رنگنا ہی پڑے گا تا کہ وہ اپنے شوہر کی محبت کی حقدار ہو سکے۔ اگر اس کے خلاف کیا اور حق پر قائم رہی تو طلاق یا جدائی کی نوبت آ کر رہے گی۔

ترمذی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔

الرجل على دين خليله فلينظر أحدكم من يخالل

آدمی اپنے محبوب کے دین پر ہوتا ہے پس تم میں سے ہر شخص غور کرے کہ وہ کس سے دوستی کرتا ہے۔

خلقت کے اعتبار سے عورت کو صنف نازک کہا جاتا ہے۔ عورتوں کا قلب نازک ہوتا ہے۔ اسی بنا پر ظالم، بدمذہب اور بدعقیدہ کی صحبت وہمنشینی۔ پھر اس سے لگاتار سننے کی باتیں، پھر حاکمی اور محکومی کا تعلق۔ پھر آپس میں مہر ومحبت۔ ان صورتوں میں عورتوں کی گمراہی اور مذہب کی تبدیلی کا قوی گمان ہے۔ بسا اوقات عورتیں اپنی عزت وآبرو کے خیال سے جو محض دنیوی ہوتی ہے اور کبھی مستقبل میں اپنی بے بسی اور مجبوری کا تصور کرتے ہوئے بھی وہی عقیدہ رکھنے اور وہی کام کرنے پر مجبور ہو جاتی ہیں جو شوہر کی پسند اور رضا کے مطابق ہو۔ اس لیے ہر مسلمان پر لازم ہے کہ نکاح کے رشتے میں اس کا مکمل خیال رکھے۔

بدعقیدہ کون: بدعقیدہ اور بدمذہب لوگوں سے مراد وہ لوگ ہیں جو سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری نبی تسلیم نہیں کرتے اور ختم نبوت کا انکار کرتے ہیں۔ قرآن عظیم میں نقص نکالتے ہیں اور اس میں دخل بشری کے قائل ہیں، یا وہ لوگ جو ائمہ کرام کی تقلید کو شرک کہتے ہیں اور مقلدین کو مشرک قرار دیتے ہیں، یا وہ لوگ جو خلفائے راشدین میں صرف حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فضیلت کے قائل ہیں اور باقی حضرات کے ساتھ تبرا کرتے ہیں اور سب وشتم کو اپنا پیشہ بناتے ہیں۔ اسی طرح وہ تمام لوگ جو شعار اسلامی کی توہین کرتے ہیں جن کے اعمال وافعال قرآن وحدیث کے بالکل خلاف ہیں۔ جو صرف نام کے مسلمان ہیں مگر ان کی تہذیب، ان کا ماحول اور ان کا طریقہ کار اسلامی روش سے

بالکل الگ ہے۔ جو اسلام کو ایک فرسودہ رسم سمجھتے ہوئے اسلامی راہ پر چلنے والوں کو اپنے طعن وتشنیع اور بیہودہ مذاق کا شکار بناتے ہیں۔ ایسے مردوں سے کسی صحیح العقیدہ مسلمان عورت کا نکاح اولاً تو باطل ہے۔ ثانیاً عورت کو جان بوجھ کر جہنم کی دھکتی ہوئی آگ کے قریب کر دیتا ہے۔

وہ لوگ جنہوں نے قرآن وحدیث کی راہ سے ہٹ کر نئی راہ ڈھونڈی، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے عقائد وافعال سے علیحدہ ہو کر نیا راستہ اختیار کیا، تابعین کرام، اولیائے عظام، ائمہ مجتہدین کے طریقہ سے دور ہو کر کوئی خود ساختہ راہ اپنالی اور اپنے علاوہ دوسروں کو مشرک کافر اور نہ جانے کیا کیا کہا ایسے ہی لوگ فاسق، صاحب بدعت اور عقیدۂ کفریہ رکھنے والے ہیں۔

بدعقیدوں سے اجتناب: اہل بدعت کے متعلق سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ذہن وقلب میں محفوظ کر لیجیے۔

ابن عدی اور ابن عسا کر نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے یہ روایت نقل کی ہے۔

**من وقر صاحب بدعة فقد آعان علی هدم الاسلام**

ترجمہ: جس نے کسی بدمذہب کی تعظیم کی تو اس نے اسلام کے ڈھانے میں مدد کی۔

ابو حاتم خزاعی نے ابو امامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

**اصحاب البدع کلاب اهل النار.** یعنی بدمذہب لوگ دوزخیوں کے کتے ہیں

**لا تجالسوهم ولا تشار بوهم ولا تواکلوهم ولا تناکحوهم**

ترجمہ: ان کے ساتھ مت بیٹھو، ان کے ساتھ مت پیو، ان کے ساتھ کھانا مت کھاؤ اور ان سے نکاح مت کرو۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ساتھ ان معاملات سے سختی کے ساتھ روکا ہے۔ جو چیز شرعاً حرام ہوتی ہے اس کے داعی بھی حرام ہوتے ہیں۔ علامہ حسن شرنبلالی مراقی الفلاح میں فرماتے ہیں۔

**الفاسق العالم تجب اهانته شرعاً فلا یعظم.** ترجمہ: فاسق عالم کی توہین شرعاً واجب ہے۔ اس لیے اس کی تعظیم نہیں کی جائے گی۔

اس لیے ہر بندہ مومن پر لازم ہے کہ جب بھی عورتوں کے نکاح کا مسئلہ سامنے آئے تو ان کے شوہروں کے انتخاب میں سب سے پہلے لڑکوں کے صحت عقیدہ اور خوبی اعمال پر نگاہ رکھی جائے۔ پھر لڑکوں کے والدین اور ماحول خانہ پر توجہ کی جائے اگر والدین بھی صحیح العقید اور مذہب صحیحہ والے ہوں اور شریعت مطہرہ کو ہر حال میں فوقیت دیتے ہوں تو اس سے بہتر انتخاب اور کوئی نہیں۔ اسی طرح لڑکوں کے والدین کے لیے لازم ہے کہ دلہن کے انتخاب میں ان ہی چیزوں کو مقدم رکھیں جن کو شریعت مقدسہ نے اولیت کا درجہ عطا فرمایا ہے۔ اگر شوہر اور بیوی دیندار ہوں، سرکار دو عالم نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، انبیائے کرام، صحابہ عظام، اولیائے انام اور بزرگان دین کے متعلق حسن عقیدہ، صحت تامہ کے ساتھ رکھتے ہوں تو ان دونوں پر اور ان کے ذریعے اہل خانہ پر اللہ کی رحمتیں نازل ہوں گی۔

دنیا کی دولت کا اعتبار ہی کیا تو آن واحد میں فنا ہو سکتی ہے۔ ہاں اصل دولت تو ایمان وایقان دینداری اور صحت عقیدہ کی دولت ہے، جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کا فضل اور رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی رحمت ہمیشہ شامل حال رہتی ہے۔ اگر اس نعمت عظمیٰ کی وجہ سے انتخاب زوجین میں کام لیا گیا تو لاکھوں پریشانیاں ختم ہو جائیں گی اور اللہ رب العزت کی بے پایاں عنایتیں ہر چیز سے مستغنی، بے نیاز بنا دیں گی۔ خالق کائنات تمام مسلمانوں کو صحیح عقل اور درست تمیز عطا فرمائے اور ہمیشہ اپنی مرضی کے مطابق صراط مستقیم پر چلنے کی توفیق مرحمت فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

# جھوٹے مدعیانِ نبوت

جناب علامہ سعید آسوی صاحب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عقیدۂ ختمِ نبوت دینِ اسلام کا نہایت اہم اور مرکزی عقیدہ ہے۔ اس عقیدہ سے ذرہ بھر انحراف کرنے والا دائرۂ اسلام سے خارج ہے۔ ہمارے پیارے آقا و مولا حضور احمد مجتبٰے محمد مصطفٰے علیہ التحیۃ والثناء اللہ تعالٰی کے آخری نبی ہیں۔ اللہ تعالٰی نے آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر نبوت ختم فرمادی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے بعد اگر کوئی کسی قسم کی تشریعی یا غیر تشریعی ظلی، بروزی نبوت کے جاری ہونے کا عقیدہ رکھتا ہے تو وہ کذاب ہے، کافر ہے، مرتد ہے اور واجب القتل ہے۔ قرآن وحدیث اس پر شاہد عادل ہیں۔ ساری اُمت مسلمہ کا اجماع ہے۔

تاریخ کے گریبان میں جھانک کر دیکھیں تو معلوم ہوتا ہے تاریخ اسلام میں کئی جھوٹے پیدا ہوئے، جنہوں نے نبوت کا جھوٹا دعویٰ کیا اور عبرتناک انجام سے دوچار ہوئے۔ خاتم الانبیاء حضور پُر نور یوم النشور حضرت محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے کئی احادیث میں ان فتنوں کی نشاندہی فرمادی تھی بلکہ بعض احادیث میں تو آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے علاقوں کے نام لے لے کر بتایا کہ یہاں سے کذاب ہوں گے۔

آئیے! اب تاریخ کے ان انمٹ نقوش کا طائرانہ نظر سے جائزہ لیتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ ماضی میں کس کس نے اور کیسے کیسے اسلام کی عظیم الشان عمارت پر ڈاکہ ڈالا اور پھر انجام کیا ہوا۔

عہدِ رسالتمآب صلی اللہ علیہ والہ وسلم میں یمامہ سے مسیلمہ کذاب نے اور صنعاء سے اسود عنسی نے نبوت کا جھوٹا دعویٰ کیا۔ ان کے علاوہ طلیحہ اسدی اور ایک عورت سجاح بنت الحارث نے بھی نبوت کا جھوٹا دعویٰ کیا۔ تاہم ان سب میں مسیلمہ زیادہ بدنام ہوا جسے تاریخ اسلام میں مسیلمہ کذاب کہا جاتا ہے۔

## مسیلمہ کذاب:

اس کا صحیح نام مسیلمہ بن ثمامہ تھا۔ دس ہجری میں یعنی حجۃ الوداع سے قبل (اور بعض نے نو ہجری لکھا ہے) جب نجد سے بنو حنیفہ کا ایک وفد حضورِ اکرم، نورِ مجسم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا تو مسیلمہ کذاب بھی اس وفد میں شامل تھا۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے حکم سے اس وفد کو رملہ بنت الحارث کے مکان پر ٹھہرایا گیا۔ وفد میں شریک سب لوگ دربارِ رسالت صلی اللہ علیہ والہ وسلم میں حاضر ہوئے اور اسلام کی عظیم دولت سے مالا مال ہوئے مگر یہ بدبخت اپنی جگہ ٹھہرا رہا اور شرط یہ لگائی کہ اگر حضرت محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم اپنے بعد مجھے خلیفہ بنائیں تو مسلمان ہو جاؤں گا۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم اس کے پاس تشریف لے گئے، اس پر کھڑے ہوئے، اس وقت آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے ہاتھ مبارک میں کھجور کی ایک شاخ تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا اگر تو مجھ سے اس شاخ کا بھی مطالبہ کرے تو میں تجھے نہ دوں سوائے اس کے جو مسلمانوں کے بارے میں اللہ تعالٰی کا حکم ہے اور فرمایا اگر تو میرے بعد زندہ رہا تو حق سبحانہ تعالٰی تجھے ہلاک فرمائے گا۔

ایک روایت میں آتا ہے کہ یہ ملعون اس وقت مسلمان ہو گیا تھا مگر جب یہ اپنے علاقے نجد میں واپس گیا تو مرتد ہو گیا اور جھوٹی نبوت کا دعویٰ کر دیا اور شراب اور زنا کو حلال کیا اور نماز کی فرضیت کو ساقط کر دیا۔ اس کی ان خبیث اور شیطانی حرکتوں کی وجہ سے جاہل اور بدطینت لوگوں کی خاصی تعداد نے اس کی اطاعت اور بیعت قبول کر لی۔ اس طرح وہ ایک بدکردار گروہ کا خود ساختہ نبی بن بیٹھا۔ یہ بدبخت ملعون انتہائی مکار اور حیلے بہانے کرنے والا شخص تھا۔ اس نے ایک خط نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں ارسال کرنے کی بھی جسارت کی، خط میں لکھا تھا:

مِنْ مُسَيْلَمَةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ اِلٰى مُحَمَّدٍ رَسُوْلِ اللّٰهِ. اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّ الْاَرْضَ لَنَا نِصْفٌ وَلِقُرَيْشٍ نِصْفٌ وَلٰكِنْ قُرَيْشًا يَعْتَدُوْنَ.

(نقل کفر کفر نہ باشد) مسیلمہ اللہ کے رسول کی طرف سے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اللہ کے رسول کی طرف، آدھی زمین ہماری ہے اور آدھی قریش کی لیکن قریش زیادتی کرتے ہیں۔

نبی اکرم، شفیع معظم، نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے جواب میں تحریر فرمایا:

مِنْ مُحَمَّدٍ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ اِلٰى مُسَيْلَمَةَ كَذَّابٍ. اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّ الْاَرْضَ لِلّٰهِ يُوْرِثُهَا مَنْ يَّشَاءُ وَ الْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ

**محمد اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی طرف سے مسیلمہ کذاب (جھوٹے) کی طرف، جان لے کہ یہ زمین اللہ کی ہے وہ جسے چاہتا ہے اس کا وارث بنا دیتا ہے اور عاقبت متقی لوگوں کے لیے ہے۔**

مسیلمہ کذاب کے خط سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ (موجودہ دور کے مرزائیوں کی طرح وہ بھی) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت کا اقرار کرتا تھا۔ علامہ محب الدین طبری نے "تاریخ طبری" میں لکھا ہے:

**"وہ بالکل ہماری طرح اذان کہلواتا تھا اور اذان میں یہ شہادت دیتا تھا کہ محمد اللہ کے رسول ہیں۔ اس کا مؤذن عبداللہ بن نواحہ تھا اور اس کی جماعت کے لیے اقامت حجیر بن عمیر کہتا تھا۔ شہادت پر پہنچتا تو وہ بلند آواز سے کہتا "صریح حجیر" حجیر نے صاف بات کی اور پھر اس کی تصدیق بھی کرتا تھا"......**(تاریخ طبری، جلد نمبر ۳، صفحہ ۲۴۲)

اتنی صاف بات کرنے اور خود ہی اس کی تصدیق کرنے کے بعد پھر بھی مسیلمہ کذاب اپنی جھوٹی نبوت کا دعویٰ کرتا تھا جسے خاتم النبیین سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسترد فرمایا اور اسے "رسول" کی بجائے "کذاب" قرار دیا۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس فرمانِ عالی شان سے واضح ہو گیا کہ اگر بعد میں بھی کوئی بدبخت اس طرح کا دعویٰ کرے تو وہ نبی یا مصلح نہیں بلکہ کذاب کہلائے گا۔ اور اپنے پیروکاروں سمیت دائرہ اسلام سے خارج ہوگا۔ اگرچہ وہ کلمہ، نماز، روزہ وغیرہ پر ایمان رکھتا ہو پھر بھی اسے کافر ہی کہا جائے گا۔

**مسیلمہ کا انجام:** نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال شریف کے بعد تو مسیلمہ کذاب کا کاروبار عروج پر پہنچ گیا اور دیکھتے ہی دیکھتے ایک لاکھ سے زائد جاہلوں کا انبوہ کثیر اس کے اردگرد جمع ہو گیا۔ نجد میں پروپیگنڈا کیا جاتا کہ بنو حنیفہ کا جھوٹا نبی بھی ہمیں بنو ہاشم کے سچے نبی

سے زیادہ عزیز ہے۔ لیکن اس جہالت اور بے شرمی پر کسی کو احساس ندامت نہ ہوتا۔

آخر غضبِ خداوندی حرکت میں آیا اور نائبِ رسول، محافظِ ختم نبوت، خلیفۂ بلا فصل، امیر المومنین سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے صحابہ کرام کے مشورے سے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قیادت میں چوبیس ہزار محافظینِ ختمِ نبوّت صحابہ کا مقدس لشکر روانہ کیا۔ یوں منکرینِ ختمِ نبوّت سے جہاد کرنا اجماعِ صحابہ ٹھہرا۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یمامہ (موجودہ ریاض) کے مقام پر مسیلمہ پر حملہ کیا اور اس وقت اس کے ساتھ چالیس ہزار کا زبردست جنگی لشکر تھا۔ یعنی دشمن کی تعداد مسلمانوں کے مقابلے میں تقریباً دوگنا تھی۔ مورخین کے علاوہ محدثین نے بھی اس پر اتفاق کیا ہے کہ اس تحفظِ ناموسِ رسالت اور تحفظِ ختمِ نبوت کی جنگ میں لشکرِ اسلام کا شعار "یا محمدا" (صلی اللہ علیہ والہ وسلم) تھا۔ اس پاک نام کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح عظیم عطا فرمائی اور مسیلمہ جہنم رسید ہوا اور فتنہ رفع دفع ہو گیا مگر اس عظیم جہاد میں بارہ سو اجل صحابہ کرام اور تابعین نے ناموس رسالت پر اپنی جانیں قربان کر دیں اور اٹھائیس ہزار منکرینِ ختمِ نبوت کو جہنم رسید کیا۔ کچھ کافر فرار اختیار کر کے متصل جزیروں میں روپوش ہو گئے اور جو مرد اور عورتیں گرفتار ہوئیں انہیں غلام و لونڈی بنا کر اور ان کے جملہ سامانِ اسباب کو مالِ غنیمت کے طور پر مدینہ منورہ میں لا کر صحابہ کرام میں تقسیم کیا گیا۔ انہی کنیزوں میں سے ایک حنفیہ نامی کنیز حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے حصہ میں آئی جس سے آپ کے ایک صاحبزادے حضرت محمد بن حنفیہ پیدا ہوئے۔

**اسود عنسی:** اس کا اصل نام عیلہ تھا۔ عنس بن مذحج سے منسوب ہونے کی وجہ سے عنسی کہلواتا تھا۔ بنیادی طور پر وہ ایک کاہن تھا اور اس سے عجیب و غریب باتیں ظاہر ہوتی تھیں۔ وہ چرب زبان بھی تھا اور اپنی چرب زبانی سے لوگوں کے دلوں کو اپنا گرویدہ بنا لیتا تھا۔ کہتے ہیں کہ اس کے ہمزاد دو شیطان تھے جس طرح عام طور پر کاہنوں کے ساتھ ہوتے ہیں اور ان کو دنیا بھر کی خبریں لا کر دیتے ہیں۔

اپنی انہی خرافات کی بدولت اس نے بھی اپنے گرد ضعیف الاعتقاد لوگوں کا انبوہ کثیر جمع کر لیا تھا، جب ان کے دل و دماغ کو اچھی طرح سے مبہوت کر لیا تو نبوت کا دعویٰ کر دیا اور کہنے لگا کہ جو فرشتہ وحی لے کر مجھ پر ظاہر ہوتا ہے وہ گدھے پر سوار ہوتا ہے۔ اس بناء پر اسے "ذوالحمار" یعنی گدھے والا بھی کہا جاتا ہے۔

اس کے اعلان کرتے ہی وہ ہزار لوگ جو پہلے اس کی تقریروں اور پیشینگوئیوں سے متاثر تھے، بلا چون و چرا اس پر ایمان لے آئے۔ اس طرح اس نے ایک مضبوط لشکر تیار کیا۔ یمن کے دار الخلافہ صنعا پر حملہ آور ہوا۔ صنعا پر اس وقت اصحمہ نجاشی بادشاہ حبشہ کے گورنر باذان کے بیٹے شہر بن باذان نبی اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی طرف حاکم تھے۔ انہوں نے مقابلہ کیا مگر شہید ہو گئے اور اس ملعون نے صنعا پر قبضہ کر لیا اور ساتھ ہی شہر بن باذان کی بیوہ مرزبانہ کو زبردستی اپنے عقد میں لے لیا۔ موہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ عامل صنعا نے نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی خدمت میں خط لکھ کر تمام حالات سے آگاہ کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے حضرت ابو موسیٰ اشعری اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہما کو جو یمن کے بعض علاقوں کے حکمران تھے اور ان علاقوں میں موجود تھے، کو حکم دیا کہ جس طرح بھی ممکن ہو اس ملعون کے شر و فساد کا استیصال کریں۔ ان حضرات نے مرزبانہ سے رابطہ کر کے اسود عنسی کو قتل کرنے کا منصوبہ بنایا۔ مقررہ رات کو مرزبانہ نے اسود ملعون کو بہت زیادہ شراب پلائی۔ یہاں تک کہ وہ مکمل مدہوش ہو کر سو گیا۔ وہ اپنے دروازے پر ایک ہزار ہوشیار پہرے دار رکھتا تھا لیکن فیروز دیلمی نے جو مرزبانہ کا چچا زاد تھا نجاشی کا بھانجا تھا، اپنے ساتھیوں کے ہمراہ

دیوار میں نقب لگائی اور مکان میں داخل ہوکر اس ملعون کا سرتن سے جدا کردیا۔ مؤرخین نے لکھا ہے کہ اس وقت اس کے منہ سے ایسی خوفناک ڈکرانے کی آواز نکلی جیسے ذبح کے دوران بڑی شدید آواز گائے کے منہ سے نکلتی ہے۔ جو دور تک گئی اور پہرے دار دوڑتے ہوئے اندر آئے لیکن مرزبانہ نے باہر نکل کران کو روک دیا اور کہا کہ خاموش رہو، تمہارے نبی پر وحی اتر رہی ہے اور وہ خاموش چلے گئے۔

جب صبح ہوئی تو مؤذن کو صحیح صورتحال سے آگاہ کیا گیا تو اس نے اللہ کا شکر ادا کیا اور فجر کی اذان میں اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہ کہا اور اس کے بعد وَاَشْهَدُ اَنَّ عَبْهَلَۃ كَذَّاب خود بڑھا کر کہا تو پورے شہر میں خوشی کی لہر دوڑ گئی اور اسود کے پیروکاروں کو چن چن کر قتل کرنے لگے۔ ادھر لشکر اسلام ان دو مقتدر اصحاب کی قیادت میں شہر میں داخل ہوگیا اور اسود کے بہت سے پیروکار قتل ہوئے اور بہت سے تائب ہوکر مشرف بہ اسلام ہوگئے۔

فوری طور پر یہ خوشخبری مدینہ منورہ روانہ کی گئی مگر اس وقت حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم وصال فرما چکے تھے۔ لیکن رحلت فرمانے سے ایک رات پہلے ارشاد فرمایا تھا کہ آج رات اسود عنسی مارا گیا ہے اور ایک مرد مبارک نے اس کو قتل کیا ہے اس کا نام فیروز ہے اور فرمایا فاز فیروز۔ یوں اس ملعون کی ناپاک تحریک اپنے منطقی انجام تک پہنچی۔

**طلیحہ اسدی:** طلیحہ کا تعلق قبیلہ بنی اسد سے تھا اس لیے طلیحہ اسدی بھی کہتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی رحلت کے بعد خروج کیا اور ہزاروں مفاد پرستوں کو اپنے گرد جمع کرلیا۔ طلیحہ نے کئی پیش گوئیاں کیں جو تمام کی تمام مضحکہ خیز تھیں مگر ایک اتفاق سے صحیح نکل آئی۔ ہوا یہ کہ ایک دفعہ دورانِ سفر لشکر کے لوگوں کو شدید پیاس محسوس ہوئی جبکہ پانی کا کہیں نام ونشان نہ تھا۔ لوگوں نے واویلا کیا تو (جان چھڑانے کے لیے) کہہ دیا کہ گھوڑوں پر سوار ہوجاؤ، چند میل سفر کرو، تم پانی پالو گے۔ لوگ چل پڑے اور چند میل سفر کرنے کے بعد واقعی پانی مل گیا۔ چنانچہ ڈھنڈورا پیٹا جانے لگا اور بے شمار ضعیف الاعتقاد طلیحہ کے پیروکاروں میں شامل ہوگئے۔

ان لالچی اور مفاد پرستوں میں ایک عینیہ بن حصین تھا۔ جو قبیلہ بنی فرازہ کا سردار تھا۔ غزوہ حنین کے وقت مولفۃ القلوب میں سے تھا۔ جب جعرانہ پر قبیلہ بنی ہوازن بعد شکست مسلمان ہوکر حاضرِ خدمت ہوا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے اپنے غلاموں اور عورتوں کی بازیابی کی درخواست کی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا کہ تم نے دیر کرکے اسلام قبول کیا اور اگر پہلے اسلام قبول کرکے آجاتے اور مال غنیمت تقسیم نہ ہو چکا ہوتا تو کام آسان تھا مگر اب لوگوں کی مرضی ہے کہ واپس کریں یا نہ کریں۔ جب انہوں نے بہت آہ وزاری کی تو حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا کہ اچھا ظہر کی جماعت میں آئیں، ہمارے ساتھ نماز پڑھیں اور وہاں درخواست کریں، میں وہاں تمہاری سفارش کروں گا۔ چنانچہ ظہر کی نماز کے بعد حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے سفارش فرمائی تو سب نے بنی ہوازن کے مال اموال، غلام، عورتیں واپس کردیئے مگر چند ایک شقی القلب ازلی بد نصیب راضی نہ ہوئے۔ ان میں ایک یہ عینیہ بن حصین بھی تھا۔ اس نے کہا میری قوم اس پر راضی نہیں تو حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا کہ میں اپنے خمس میں سے تمہیں ایک ایک غلام کے بدلے چھ چھ اونٹ دوں گا مگر یہ لوگ اب تمہارے مسلمان بھائی ہوگئے ہیں انہیں دکھ نہ پہنچاؤ۔ اس وقت بھی اس بدبخت کا رویہ مناسب نہ تھا۔ جب دیکھا کہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ والہ وسلم رحلت فرما چکے ہیں اور ایک نئے شخص سے مطلب نکل سکتا ہے تو مرتد ہوکر قبیلے سمیت طلیحہ کی جماعت میں شامل ہوگیا اور خوب انعام پایا۔

**طلیحہ کا انجام:** حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک لشکر تیار کرکے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قیادت میں روانہ فرمایا۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ قبیلہ بنی طے میں پہنچے اور دو پہاڑوں کوہ سلمی اور کوہ اجاہ کے درمیان لشکر کو ٹھہرایا۔ گردونواح سے دوسرے

مسلمان قبائل بھی لشکر اسلام میں شامل ہو گئے۔ سب نے مل کر دشمنان اسلام سے زبردست جنگ کی۔ بنی فرازہ کے لشکر کو شکست فاش ہوئی اور اپنے سردار عینیہ بن حصین سمیت راہِ فرار اختیار کی اور اپنے پیشوا کی خیریت معلوم کرنے کی بھی زحمت نہ کی۔ طلیحہ نے پہلے تو راہِ فرار اختیار کی، بعد میں امان لے کر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس حاضر ہو کر از سرِ نو اسلام قبول کر لیا اور خود کو ایک بہت اچھا مسلمان ثابت کیا۔ تب سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا دورِ خلافت تھا۔ طلیحہ نے متعدد بار جہاد میں شرکت کی۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قیادت میں ایران کے محاذوں پر لڑائیاں لڑیں۔ حضرت ساریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ نہاوند کی جنگ میں شرکت کی اور اس جنگ میں جام شہادت نوش کر کے جنت کے حقدار ٹھہرے۔

**سجاح بنت الحارث:** نبوت کے جھوٹے دعویداروں میں ایک نام سجاح بنت الحارث موید بن ابوع کا تھا۔ بنی تغلب میں اپنی نبوت کا پرچار کرتی تھی۔ یہ ایک کاہنہ تھی۔ فنِ خطابت کی شہسوار تھی۔ ہوس پرستوں کا ایک خاص گروہ اس کے ساتھ بھی لگ گیا۔ اس کی بڑھتی ہوئی مقبولیت سے مسیلمہ کذاب بھی خوفزدہ ہوا کہ کہیں یہ اثر و رسوخ بڑھا کر اہلِ نجد کو بھی ساتھ نہ ملا لے۔ لہٰذا جھوٹے نبی نے سجاح کو مبارکباد اور قیمتی تحائف بھیجے اور ساتھ ہی ملاقات کا خواہش مند ہوا۔ یہ ملاقات دونوں کے نکاح پر منتج ہوئی۔ تین روز دونوں ایک ساتھ ایک خیمے میں رہے۔ مسیلمہ نے مہر کے طور پر یمامہ کا نصف غلہ ادا کرنے کا وعدہ کیا، ساتھ ہی سجاح کے پیروکاروں پر صبح اور عشاء کی نماز کی تخفیف کر دی۔ ابھی یہ انہی معاملات کو طے کرنے میں مصروف تھا کہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کا لشکر آن پہنچا۔ مسیلمہ نے یمامہ پہنچ کر مقابلہ کیا اور جہنم واصل ہوا۔ سجاح اور اس کے پیروکار ایک روایت کے مطابق تائب ہو کر مسلمان ہو گئے۔

## عہدِ ثانی کے جھوٹے مدعیانِ نبوّت

☆......عبدالملک بن مروان کے دور میں حارث نامی ایک شخص نے نبوت کا دعویٰ کیا تو خلیفہ وقت نے علمائے وقت جن میں کچھ صحابہ کرام اور باقی تابعین فقہا تھے، سے شرعی حکم کی درخواست کی تو انہوں نے متفقہ طور پر اجماع صحابہ کے اتباع کا حکم دیا۔ اور فرمایا چونکہ پہلے وہ مسلمان تھا اور اب دعویٰ نبوت کیا ہے تو صرف کافر اور دائرہ اسلام سے خارج نہیں ہوا بلکہ ارتداد کا مرتکب ہوا ہے لہٰذا اسے گرفتار کر کے سزائے موت دی جائے۔ لہٰذا اس گستاخ نبوت کو گرفتار کر کے پہلے قتل کیا پھر لوگوں کی عبرت کے لیے عرصہ دراز تک سولی پر لٹکائے رکھا۔

اس واقعہ کو نقل کرنے کے بعد قاضی عیاض علیہ الرحمہ اپنی شہرۂ آفاق تصنیف، شفا شریف میں لکھتے ہیں:

"اور بہت سے خلفاء و سلاطین نے ان مدعیان نبوت کے ساتھ ایسا ہی سلوک کیا ہے اور اس دور کے علماء نے ان خلفاء کے ان احکام کے درست ہونے پر اجماع کیا ہے اور جو ان مدعیان نبوت کے کفر میں اختلاف کرے وہ بھی کافر ہے"۔

☆......ایسے ہی امام بیہقی نے "کتاب المحاسن والمساوی" میں ایک مدعی نبوت کا واقعہ اس طرح نقل کیا ہے:

"خلیفہ ہارون رشید کے عہد میں ایک شخص نے نبوت کا دعویٰ کیا اور کہا کہ میں نوح علیہ السلام ہوں کیونکہ (اصلی) نوح علیہ السلام کی عمر ساڑھے نو سو سال ہوئی جو ایک ہزار سے پچاس سال کم تھی۔ جس کے پورا کرنے کے لیے اب اللہ تعالیٰ نے مجھے بھیجا ہے اور اپنے اس دعویٰ پر "قرآن مجید" سے دلیل پیش کی:

اَلْفَ سَنَةٍ اِلَّا خَمْسِیْنَ عَامًا ط...... (سورۃ العنکبوت: آیت ۱۴)

یعنی نوح علیہ السلام دنیا میں پچاس سال کم ایک ہزار سال زندہ رہے۔

اس دور کے علمائے اسلام نے اس کی قرآنی دلیل کو قبول نہ فرمایا بلکہ سلف صالحین کی اتباع میں اس کے اتداد کا فتویٰ دے کر اس کے قتل کا حکم دیا اس کی گردن ماردی گئی اور عوام وخاص کی عبرت کے لیے ایک عرصہ تک سولی پر لٹکادیا۔ (ج:۱، صفحہ نمبر: ۴۶)

☆......مختار ثقفی نے کوفہ سے دعویٰ نبوت بلند کیا تو حضرت مصعب بن زبیر رضی اللہ عنہ نے اس کا کام تمام کیا۔

☆......مغیرہ عجلی نے دعویٰ نبوت بلند کیا تو ہشام بن عبدالملک کے دور میں زندہ جلادیا گیا۔

☆......بیان بن سمعان نبوت کا دعوے دار بنا تو اس کا حشر بھی مغیرہ عجلی کی طرح ہوا۔

☆......صالح بن ظریف ایک یہودی نے بھی نبی بننے کی کوشش کی اور شمالی افریقہ میں اپنی خانہ ساز نبوت کو جاری رکھا بالآخر واصل جہنم ہوا۔

☆......ہرات، بجستان کے علاقے میں ایک جھوٹا نبی استادریس خراسانی ظاہر ہوا اور خلیفہ منصور نے اس کی سرکوبی کی۔

☆......شمالی افریقہ سے اسحاق اخرس نے اپنی جھوٹی نبوت کا پرچار کیا تو خلیفہ جعفر منصور کے لشکر نے اسے اپنے انجام تک پہنچایا۔

☆......کوفہ سے حمدان بن اشعث قرمطی نے اپنی خانہ ساز نبوت کا اعلان کیا اور گوشہ گمنامی کی موت مرگیا۔

☆......علی بن محمد خارجی نے 'رے' شہر کے مضافات سے اپنی جھوٹی نبوت کا اعلان کیا تو حاکم بصرہ نے طویل محاصرے کے بعد اسے قتل کروادیا۔

☆......حامیم یا عامیم بن من اللہ نے سرزمین 'ریف' واقع ملک مغرب میں جب نبوت کا دعویٰ کیا تو ۳۱۹ھ میں ایک جنگ میں واصل جہنم ہوا۔

☆......علی بن فضل یمنی صنعا سے ظاہر ہوا اور اپنی جھوٹی نبوت کی دعوت دینے میں مصروف ہوا تو ۳۰۳ھ میں کسی مجاہد ختم نبوت نے اسے زہر دے کر ہلاک کرڈالا۔

☆......عبدالعزیز باسندی ۳۲۲ھ میں نبوت کا دعویٰ دار بنا تو لشکر اسلام نے اس کا تعاقب کیا اور اس کا کام تمام کیا۔

☆......احمد بن قسی نے نبوت کا اعلان کیا تو مراکش کے حکمران عبدالمؤمن نے اسے قید کیا اور ۵۵۰ھ میں یہ اپنے انجام کو پہنچا۔

☆......عبدالحق بن سبعین مرسی مراکش کے شہر مرسیہ سے ظاہر ہوا اور نبی بن بیٹھا، اس نے فصد کھلوائی، خون بند نہ ہوا اور وہ چل بسا۔ (نثار احمد خان: بائیس جھوٹے نبی مطبوعہ کراچی۔۔۔ ابوالقاسم رفیق دلاوری: جھوٹے نبی مطبوعہ کراچی)

## تیسرے عہد کے جھوٹے مدعیانِ نبوّت

☆...... **بابیت:** بابیت کا بانی مرزا علی محمد شیرازی تھا۔ جس کی تاریخ پیدائش یکم محرم ۱۲۳۵ھ بمطابق ۲۰ اکتوبر ۱۸۱۹ء اور مقام پیدائش شیراز (جنوبی ایران) بیان کیا جاتا ہے (بہاء اللہ وعصر جدید مصنفہ جے۔ای۔ ایسلمنٹ)۔ ابتداء میں اثنا عشری شیعہ تھا۔ بعد میں اس نے اسماعیلی فرقہ اور فرقہ سبیہ کے باطل عقائد کا ایک مرکب تیار کیا۔ نبوت کا دعویدار تھا۔ علمائے ایران بلکہ جمیع علمائے اسلام نے اس کی تکفیر کی اور قتل کا فتویٰ دیا۔ تبریز واصفہان کے علماء نے اس سے مناظرے کر کے خوب لاجواب وذلیل کیا۔ اسے چند آیات کی تفسیر کرنے کو کہا گیا، تاہم وہ تفسیر تو کجا، ترجمہ بھی نہ کرسکا۔ سورۂ کوثر کی تفسیر تک بیان نہ ہوئی، اس کی بجائے علما کے سامنے اپنی 'کرامت' بیان کی کہ فی البدیہہ خطبہ پڑھتا ہوں۔ اتنا کہہ کر پڑھنے لگا۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ رَفَعَ السَّمٰوٰتَ وَالْاَرْضِ (اس نے ت کو مفتوح اور ض کو مجرور پڑھا حالانکہ صحیح اس کے برعکس ہے) یہ سن کر حاضرین

خوب ہنسے۔تبریز میں اسے خوب مار پڑی۔وہاں اس نے تقیہ سے کام لے کر توبہ کی تاہم اس کو قلعہ چہریق بھیج دیا گیا۔(مذاہب اسلام بحوالہ ناسخ التواریخ)

اس کے مسلح پیروکاروں نے حکومتِ وقت سے بغاوت کی اور اسے آزاد کرالیا اور موضع 'واز گرد' سے دوفرسنگ کے فاصلے پر ایک قلعہ تعمیر کر کے پناہ گزیں ہوگئے۔کچھ عرصہ اردگرد کے دیہات میں لوٹ مار مچاتے اور لوگوں کا قتل عام کرتے رہے۔دوشہزادوں سلطان حسین مرزا ولد فتح علی شاہ اور داؤد مرزا کو آگ لگا کر بے رحمی سے ان کی زندگی کا چراغ گل کردیا۔(تفصیل کے لیے نقطۃ الکاف نیز ائمہ تلبیس ص ۱۸۸)۔ناحق قتل وغارت کرنا بابیوں کے نزدیک معنیٰ نہیں رکھتا۔بقول براؤن: "بابی ہر اس شخص کو جو باب پر ایمان نہ لائے ناپاک سمجھتے تھے اور اس کے قتل کو واجب خیال کرتے تھے ۔(مقدمہ نقطۃ الکاف)

ناصر الدین شاہ والیٔ ایران نے فوج کشی کرکے اسے گرفتار کرلیا۔۲۸ شعبان ۱۲۶۶ھ اس کے قتل کا دن منتخب ہوا۔اس نے بھاگنے کی کوشش کی تاہم گرفتار کرکے پٹائی کرنے کے بعد گولی ماردی گئی۔(مذاہب اسلام ص ۲۵۲ بحوالہ ناسخ التواریخ)

بہاء اللہ دعصر جدید ص ۳۲ کے مطابق ۳۱ سال کی عمر میں جمعے کے دن مارا گیا۔اور یوں شقاوت وضلالت کا ایک 'سیاہ باب' ختم ہوگیا۔

☆......**بھائیت:** باب مرنے سے قبل مرزا حسن (بعض تحریروں سے مرزا یحیٰ) جس کا لقب باب نے صبح ازل مقرر کیا تھا، کو اپنا جانشین مقرر کر گیا تھا۔صبح ازل کی جانشینی کے بعد بابی اس کے حلقہ ارادت (درحقیقت ضلالت) میں داخل ہونے لگے۔بہاؤاللہ جو کہ اس کا سوتیلا بڑا بھائی تھا، گو ابتدا میں تو اس کا فرماں بردار وخدمت گذار رہا، تاہم دل میں ہر وقت اپنی علیحدہ دکان آرائی کے لیے منصوبے سوچتا رہتا تھا۔پھر جب باب کا ہر ممتاز پیروکار 'من یظہرہ اللہ' بننے کے لیے ہاتھ پاؤں مارنے لگا تو بہاؤاللہ نے بھی اس جامہ کو اپنی قامت پر راست کرنا چاہا۔چنانچہ برملا خود کو من یظھرہ اللہ، قوموں کا موعود اور نجات دہندہ کہنے لگا۔استنبول میں ۱۸۶۳ء میں اس نے دعویٰ نبوت کیا۔وہ اس بات کا بھی مدعی تھا کہ خدا کی روح اس میں حلول کرگئی ہے۔(اینی سوڈ آف دی باب ص ۳۵۹)

بہاؤاللہ کے پیروکار اپنے آپ کو بہائی اور صبح ازل کے ازلی اور بابی کہنے لگے۔آج ازلی بالکل قلیل التعداد بلکہ قطعی گمنام ہیں۔یاد رہے ایرانی حکومت ماضی قریب میں بہائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دے چکی ہے اور (قادیانیوں کے برعکس) انہوں نے اپنی اس حیثیت کو تسلیم بھی کرلیا ہے۔

باب کے قتل کے بعد بہاء گرفتار کیا گیا اور اسے پابہ زنجیر تہران لایا گیا مگر سفارتخانہ روس کی مداخلت کے سبب سزائے موت سے بچ گیا۔البتہ قید خانے میں ڈالا گیا جہاں چار ماہ کی قید کاٹنا پڑی۔اسی زمانے میں اس نے کتاب 'ایقان' (۶۲،۱۸۶۱ء میں) ضبط تحریر میں لائی۔(دائرۃ المعارف للمذاہب والادیان۔ج ۲۔براؤن کا مقالہ البابیہ والباب)۔

☆......**قادیانیت:** قادیانیت کا بانی مرزا غلام احمد ہے جو قصبہ قادیان انڈیا کا باشندہ تھا۔۱۸۳۹ء یا ۱۸۴۰ء میں پیدا ہوا۔انگریزوں کا پٹھو تھا۔انگریزوں نے اپنے مخصوص مقاصد کے لیے اس سے دعویٰ نبوت کرایا۔خدائی کا دعویٰ بھی کیا۔بے شمار امراض کی آماجگاہ تھا۔۱۹۰۸ء میں بیت الخلاء میں نہایت عبرت ناک موت مرا۔

**المختصر!** نئے نئے مدعیان نبوت آتے گئے اور اپنے انجام کو پہنچتے گئے، محافظین ختم نبوت نے ہر دور میں ان مدعیان کا تعاقب کیا اور مسلمانوں کو ان کے فتنوں سے دور کیا۔آج ان مدعیان نبوت کا صرف نام رہ گیا، بدنامی کی صورت میں۔

# مسائل دینیہ

حضرت علامہ مفتی شاہد اقبال آسوی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سوال: چھوٹے بچے نے گھر میں پیشاب کر دیا جو بغیر دھوپ کے سوکھ گیا تو جگہ پاک ہوئی یا نہیں کیا وہاں نماز پڑھنا جائز ہے؟

جواب: وہ جگہ سوکھنے سے پاک ہوگئی جب کہ نجاست کا اثر ختم ہوگیا ہو، اور وہاں نماز پڑھنا بھی جائز ہے جیسا کہ بہار شریعت میں ہے ناپاک زمین اگر خشک ہو جائے اور نجاست کا اثر یعنی رنگ و بو جاتا رہے پاک ہوگئی خواہ ہوا سے سوکھی ہو یا دھوپ یا آگ سے۔ مگر اس پر تیمم کرنا جائز نہیں نماز اس پر پڑھ سکتے ہیں (بہار شریعت حصہ دوم)

سوال: خوف و ڈر کے وقت جو منی نکلے اس سے غسل فرض ہوتا ہے یا نہیں۔ غسل میں جو تین فرض ہیں کیا وہ غسل سنت میں بھی فرض ہیں۔

جواب: منی نکلنے سے غسل اس وقت واجب ہوتا ہے جب کہ وہ اپنی جگہ سے شہوت کے ساتھ ٹپک کر جدا ہو۔ فتاوی عالمگیری میں ہے الموجبۃ للغسل خروج المنی علی وجہ الدفق والشھوۃ لہٰذا خوف اور ڈر سے جو منی نکلتی ہے وہ بے شہوت ہوتی ہے، غسل واجب نہیں ہوگا ہاں وضو جاتا رہے گا۔

غسل کے فرائض صرف غسل فرض میں فرض ہیں اور وہ غسل سنت میں سنت ہو جاتے ہیں۔

سوال: فجر کی جماعت ہو رہی ہے سنت فجر کا وقت نہیں ملا جماعت میں شامل ہو گیا۔ اب سنت فجر طلوع آفتاب سے پہلے پڑھے یا طلوع آفتاب کے بعد۔

جواب: اب صرف فجر کی سنت فوت ہوئی تو ان کی قضا آفتاب طلوع ہونے کے بیس منٹ بعد نصف النہار شرعی سے پہلے پڑھ سکتا ہے۔ سورج طلوع ہونے سے پہلے سنت پڑھنا ہمارے آئمہ کرام کے نزدیک ناجائز و گناہ ہے۔ ایسا ہی فتاویٰ رضویہ شریف میں ہے اور حدیث شریف میں ہے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "لا صلاۃ بعد الصبح حتیٰ ترتفع الشمس ولا بعد العصر حتیٰ تغیب الشمس"۔ (بخاری شریف جلد ا)

ترجمہ: صبح کی نماز کے بعد کوئی نماز نہیں یہاں تک کہ سورج بلند ہو جائے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس نے فجر کی دو رکعتیں سنت نہ پڑھی ہوں تو ان کو سورج طلوع ہونے کے بعد پڑھے (ترمذی شریف کتاب الصلاۃ)

حضرت علامہ شامی رحمۃ اللہ تعالی علیہ فرماتے ہیں لاتقضی قبل الطلوع ولا بعد الزوال

لہٰذا طلوع آفتاب کے بیس منٹ بعد اپنی چھوٹی ہوئی سنت کو پڑھ سکتا ہے

سوال: حالت سفر میں جو نمازیں قضا ہو جائیں تو انہیں گھر میں پوری پڑھیں یا قصر کرے۔

جواب: حالت سفر میں جو نمازیں قضا ہو جائیں گھر میں انہیں قصر ہی پڑھنے کا حکم ہے جب کہ وہ شرعی مسافر ہو یعنی ساڑھے 57 میل یعنی کم سے کم ساڑھے 92 کلومیٹر کے سفر کی نیت سے نکلا ہو۔ حضور صدر الشریعہ فرماتے ہیں کہ جو نماز جیسی فوت ہوئی اس کی قضا ویسی ہی پڑھی جائے گی۔ مثلاً سفر میں نماز قضا ہوئی تو چار رکعت والی دو ہی پڑھی جائے گی اگر چہ اقامت کی حالت میں پڑھے۔

فتاوی عالمگیری مع خانیہ جلد اول میں ہے "ان الفائتة تقضی علی صفة فاتت التی الا لعذر و ضرورۃ فیقضی مسافر فی السفر مافاته فی الحضر من الفرائض الرباعی اربعا و المقیم فی الاقامة ما فاته فی السفر منها رکعتین۔"

سوال: سجدہ سہو واجب نہیں تھا مگر کیا تو اس کی نماز کے بارے میں کیا حکم ہے؟

جواب: اگر وہ شخص منفرد ہے یعنی اکیلا نماز پڑھ رہا ہے اور سجدہ سہو واجب نہیں تھا کر لیا تو اس کی نماز ہو گئی۔ اسی طرح اگر امام نے بلا ضرورت سجدہ سہو کیا تو مدرک یعنی وہ مقتدی جو پہلی رکعت سے آخر تک شریک جماعت رہے اور امام سب کی نماز ہو جائے گی۔ اس لیے کہ جب سجدہ سہو واجب نہ ہو تو اس کی نیت سے سلام پھیرتے ہی نماز تمام ہو جاتی ہے اور اگر وہ مسبوق ہے یعنی ایسا مقتدی ہے کہ جس کی کچھ رکعتیں چھوٹ گئیں اور امام نے بے جا سجدہ سہو کیا اور اس نے امام کی اتباع کی تو اس کی نماز باطل ہو گئی۔ ملک العلماء امام علاؤ الدین کاسانی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں

"المسبوق اذا تابع الامام فی السجود للسهو ثم تبین انه لم یکن علی الامام سهو حیث تفسد صلاۃ المسبوق" (بدائع الصنائع)

سوال: اگر امام مغرب کی دوسری رکعت میں سورہ فاتحہ پڑھنے کے بعد رکوع میں چلا جائے، سورہ ملانے کا یاد نہ رہا اور مقتدی لقمہ دے جبکہ پوری جماعت رکوع میں ہے تو امام کیا کرے؟

جواب: مقتدی کے لقمہ دینے سے امام فوراً قیام کی طرف پلٹ آئے اور سورہ پڑھ کر پھر رکوع کرے اور امام کی اتباع میں پوری جماعت ایسے ہی کرے۔ ایک سوال کے جواب میں فقیہ ملت مفتی جلال الدین امجدی صاحب فرماتے ہیں

"جن رکعتوں میں سورہ فاتحہ کے بعد سورہ ملانا واجب ہے ان میں اگر صرف سورہ فاتحہ پڑھ کر رکوع میں چلا جائے پھر اسے خود یا مقتدی کے لقمہ دینے کے بعد یاد آئے تو وہ فوراً قیام کی طرف پلٹ آئے اور سورہ پڑھ کر پھر رکوع کرے اور رکعتوں کو پورا کر کے آخر میں سجدہ سہو کرے۔ اگر بعد رکوع سجدہ میں یاد آئے تو قیام کی طرف نہ لوٹے بلکہ آخر میں سجدہ سہو کرے۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے "اذا رکع ولم یقرا السورۃ رفع راسه وقرا السورۃ واعاد الرکوع و علیه السهو وهو الصحیح"۔ (درمختار مع الشامی جلد اول میں ہے لو تذکرها فی رکوعه قراها واعاد الرکوع)

ایسا ہی فتاوی رضویہ شریف اور بہار شریعت جلد 3 صفحہ 98 پر ہے۔ لہذا امام مذکور کو چاہیے کہ مقتدی کے لقمہ دینے پر فوراً قیام کی طرف لوٹ آئے اور امام کی اتباع میں پوری جماعت بھی قیام کی طرف لوٹے اور امام سورۃ پڑھ کر پھر سے رکوع کرے اور بقیہ نماز پوری کر کے آخر میں سجدہ سہو کرے۔

سوال: حج فرض ہونے کی شرطیں کیا ہیں؟

جواب: صاحب بہار شریعت فرماتے ہیں حج فرض ہونے کی آٹھ شرطیں ہیں۔ ا۔ مسلمان ہونا۔۲،دار الحرب میں ہوتو یہ بھی ضروری ہے کہ جانتا ہو کہ اسلام کے فرائض میں حج ہے۔۳،بالغ ہونا۔۴،عاقل ہونا۔۵،آزاد ہونا۔۶،تندرست ہو کہ حج کو جا سکے۔۷،سفر خرچ کا مالک ہو اور سواری پر قادر ہو خواہ سواری اس کی ملک ہو یا اور اس کے پاس اتنا مال ہو کہ کرایہ پر لے سکے۔۸،وقت یعنی حج کے مہینوں میں تمام شرائط پائی جائیں (بہار شریعت حصہ ششم)

سوال: ہم جب حج و عمرہ کے لئے جاتے ہیں تو جدہ ایئر پورٹ اترنا ہوتا ہے۔ کیا عمرہ کے لئے لاہور سے احرام باندھے یا وہاں جگہ جا کر باندھ لیں۔ ہم ایک سے زیادہ عمرہ ادا کرنا چاہتے ہیں کیا ہر عمرے کیلئے احرام باندھنا ہوگا۔ حج کے موقع پر ہم مکہ مکرمہ میں مقیم ہوں گے تو حج کے لیے احرام رہائش گاہ پر باندھنا ہوگا یا اس کے لیے مخصوص جگہ جانا پڑے گا۔

جواب: جو یہاں سے مکہ شریف جانے کے ارادہ سے نکلے، اسے یہیں سے احرام باندھنا ہوگا کیونکہ جدہ میقات کے اندر ہے۔ عمرہ طواف و سعی سے پورا ہو جاتا ہے۔ اس کے بعد حلق یا قصر کروا کر احرام کھول لیں۔ اگر صرف عمرہ کا احرام باندھا تھا مکہ مکرمہ میں قیام کے دوران جتنے چاہے عمرے کر سکتے ہیں۔ لیکن ہر عمرے کا احرام الگ سے باندھنا ہوگا۔ اور احرام کے لیے حرم سے باہر قریب ترین میقات تنعیم ہے اور سب سے دور میقات ''جعرانہ'' ان دونوں جگہوں میں سے کسی جگہ جا کر عمرہ کا احرام باندھیں۔ جو شخص حرم کے اندر ہے۔ اسے حج کا احرام حرم سے ہی باندھنا ہوگا۔ بہتر یہ ہے کہ مسجد حرام سے حج اک احرام باندھا جائے۔

سوال: احرام کی حالت میں جوتا یا چپل اور موزوں کے استعمال کے بارے میں کیا حکم ہے؟

جواب: جوتے یا چپل کا استعمال حالت احرام میں جائز ہے مگر شرط یہ ہے کہ پاؤں کی اوپر کی ابھری ہوئی ہڈی ننگی رہے۔ اس کو چھپانا حالت احرام میں حرام ہے اسی لیے موزوں کا حالت احرام میں پہننا ناجائز ہے۔

سوال: کیا ساس اپنے داماد کے ساتھ حج کو جا سکتی ہے؟

جواب: داماد ساس کے لیے محرم ہے اس لیے ساس اپنے داماد کے ساتھ حج و عمرہ کو جا سکتی ہے۔

سوال: عورتوں کے لئے قصر کی کیا مقدار ہے؟

جواب: عورتوں کے لئے لٹکے ہوئے بالوں سے ایک ''پورا'' برابر کتروانے سے قصر ہو جاتا ہے۔

سوال: ایک عورت اپنے شوہر کے ساتھ حج پر گئی منیٰ میں پہنچ کر عورت کو حیض آ گیا، تو کیا وہ اس حالت میں حرم شریف میں داخل ہو سکتی ہے، کیا وہ خانہ کعبہ کا طواف کر سکتی ہے۔ اس حالت میں وہ عورت کس طرح ارکان حج ادا کرے گی؟

جواب: اب اگر نویں ذوالحج کو منیٰ میں عورت کو حیض آ گیا اور بارہویں کو سورج ڈوبنے تک حیض ہی کی حالت میں رہی تو طواف اور سعی کے علاوہ حج کے تمام ارکان ادا کرے گی اور طواف حیض سے فارغ ہونے کے بعد کرے گی مگر اس صورت میں تاخیر کے سبب اس پر کچھ لازم نہیں ہوگا اور اگر بارہویں کو اتنا پہلے ہی حیض ختم ہو گیا کہ سورج ڈوبنے سے پہلے غسل کر کے چار پھیرے طواف کر سکتی ہے تو کرنا واجب ہے اگر نہیں کرے گی تو گناہ گار ہوگی، دم دینا پڑے گا اور بقیہ تین پھیرے بعد میں کرے۔ حالت حیض میں نہ تو خانہ کعبہ کا طواف کر سکتی ہے اور نہ ہی مسجد حرام میں داخل ہو سکتی ہے۔

Monthly Mujjalah

# AL-HAQIQA

Reg No: C.P.L.208

June 2021